بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Tuesday, June 23, 1992

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at ten of the clock in the morning, with Mr. Chairman (Mr. Wasim Sajjad) in the Chair.

RECITATION FROM THE HOLY QUR'AN

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَعِندَهُۥ مَفَاتِحُ ٱلْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ إِلَّا هُوَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِى
ٱلْبَرِّ وَٱلْبَحْرِ ۚ وَمَا تَسْقُطُ مِن وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ
فِى ظُلُمَٰتِ ٱلْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِى كِتَٰبٍ مُّبِينٍ ﴿٥٩﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Tuesday, June 23, 1992

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at ten of the clock in the morning, with Mr. Chairman (Mr. Wasim Sajjad) in the Chair.

RECITATION FROM THE HOLY QUR'AN

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَعِندَهُۥ مَفَاتِحُ ٱلْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ إِلَّا هُوَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِى
ٱلْبَرِّ وَٱلْبَحْرِ ۚ وَمَا تَسْقُطُ مِن وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ
فِى ظُلُمَٰتِ ٱلْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِى كِتَٰبٍ مُّبِينٍ ﴿٥٩﴾

ترجمہ: اور اسی کے پاس غائب کی کنجیاں ہیں جن کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اسے جنگلوں اور دریاؤں کی سب چیزوں کا علم ہے اور کوئی پتا نہیں جھڑ تا مگر وہ اس کو جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی راہ اور کوئی ہڈی یا سوکھی چیز نہیں ہے مگر کتاب روشن میں لکھی ہوئی ہے۔

QUESTIONS AND ANSWERS

جناب چیئرمین : وقفہ سوالات۔ سوال نمبر 13 پروفیسر خورشید احمد۔

13. ***Prof. Khurshid Ahmad :** Will the Minister Incharge of the Cabinet Division be pleased to state :

(a) whether it is a fact that the Martial Law Regulation No. 115 is still valid; and

(b) whether it is also a fact that under section 24 of the said Regulation ban had been imposed on further division of 100 kanals or 12-1/2 Acres of land throughout the country?

Ch. Amir Hussain : (a) Certain provisions of the law are valid and certain provisions have been declared repugnant to injunction of Islam by the Shariat Appellate Bench of the Supreme Court. The decision was to be effective from 23-3-1990 [details are annexed at (I) & (II)].

(b) The assumption is substantially correct.

However the matter is pending before the Shariat Appellate Bench of the Supreme Court.

(Annexures have been placed in the Senate Library).

پروفیسر خورشید احمد : کیا وزیر موصوف یہ بتا سکیں گے کہ ایک حقیقی مسئلہ اور خصوصیت سے بہت سے بیواؤں اور یتیموں کو پیش آ رہا ہے کہ اس پابندی کی وجہ سے وہ اپنا

حق حاصل نہیں کر سکے میں اس سے واقف ہوں کہ کم از کم حد کی کیا ضروریات ہوتی ہیں لیکن دوسری طرف یہ مسئلہ بھی ہے کہ ایک غریب خاندان میں اگر وہ وراثت میں چھوٹا رقبہ پاتا ہے چند کنال کا تو وہ کس طرح اپنا حق حاصل کرے۔ اس لئے کہ نہ وہ بیچ سکتا تھا نہ اس کے پاس کوئی ایسا پریشر تھا جس کی بنیاد پر کم از کم وہ آمدنی میں شریک ہو سکے تو آپ اس معاملے میں کیا طریقہ کار اختیار کر رہے ہیں تاکہ ان بیواؤں اور یتیموں اور غریب لوگوں کو انصاف مل سکے ان لوگوں کو ان کے حقوق مل سکیں۔

چوہدری امیر حسین: جناب چیئرمین! یہ جو پروفیسر صاحب نے بات کی ہے واقعی ان کو کافی hardship ہوتی ہے گورنمنٹ اس کو consider کر رہی ہے اور سرحد پنجاب اور سندھ کی صوبائی حکومتوں نے اس سے اتفاق بھی کیا ہے کہ پیرا ۲۲، ۲۳، ۲۴ کو delete کیا جائے ماسوائے بلوچستان کے تو گورنمنٹ already اس کو consider کر رہی ہے۔

پروفیسر خورشید احمد: میں صرف اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ مسئلہ غالباً ۷۳۔۷۲ء سے درپیش ہے اور اتنا لمبا عرصہ گزر چکا ہے اور اس اثناء میں بہت سے بیچارے یہ تمنا کرتے ہوئے مر گئے کہ وہ اپنا حق وصول کر سکیں حکومت اس معاملے میں جلدی کرے یا time limit fix کرے تاکہ یہ معاملہ طے ہو سکے۔

چوہدری امیر حسین: اس وقت time limit fix کرنا تو مشکل ہو گا بہر حال اس میں کوئی تاخیر نہیں کی جائے گی کوشش کی جائے گی کہ جلدی کیا جائے۔

جناب چیئرمین: شکریہ! سوال نمبر ۱۹ سید اقبال حیدر۔

19. ***Syed Iqbal Haider :** Will the Minister for Finance and Economic Affairs be pleased to state the total number of income tax assessees in each province indicating also the percentage of Moulvies, Ulemas, Mashaikhs, Pirs, Religious Scholars Pesh Imams or Headmasters and Teachers in Dini Maddarasas registered as regular income tax payers?

Mr. Sartaj Aziz :

		Total number of income tax assessees in the Province	Percentage of Moulvies, Ulemas, Mashaikhs, Pirs, Religious Scholars, Pesh Imams, or Headmasters and Teachers in Dini Maddarasas registered as regular income tax payers.
(i)	Sindh	4,67,926	0.024
(ii)	Punjab	6,92,276	0.001
(iii)	Baluchistan	13,835	0.209
(iv)	N.W.F.P.	77,544	Nil

جناب چیئرمین: کوئی ضمنی سوال۔

پروفیسر خورشید احمد: اس کا جواب پڑھ کر سنایا جائے۔

سید اقبال حیدر: پروفیسر خورشید صاحب نے بالکل صحیح فرمایا یہ جواب اتنا اہم ہے۔

جناب چیئرمین: وہ صحیح ہے لیکن اس سے وقت بچ جاتا ہے۔

سید اقبال حیدر: میں اس میں سے ضمنی سوال کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: اگر آپ چاہتے ہیں تو میں منسٹر صاحب کو کہہ دوں گا وہ پڑھ دیں گے۔

سید اقبال حیدر: پڑھ دیں تو اچھا ہے ذرا سی انفارمیشن ہے۔

جناب چیئرمین: وزیر صاحب پڑھ دیں۔

سید اقبال حیدر: پہلے میں سوال پڑھ دوں۔

جناب چیئرمین: سوال نہیں پڑھا جاتا صرف جواب پڑھا جاتا ہے۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: مجھے پتہ ہے لیکن اگر ممبر صاحب insist کر رہے ہیں۔ سرتاج صاحب پڑھ دیں کیا ہرج ہے۔

Mr. Sartaj Aziz :

		Total number of income tax assessees in the Province	Percentage of Moulvies, Ulemas, Mashaikhs, Pirs, Religious Scholars, Pesh Imams, or Headmasters and Teachers in Dini Maddarasas registered as regular income tax payers.

(i)	Sindh	4,67,926	0.024
(ii)	Punjab	6,92,276	0.001
(iii)	Baluchistan	13,835	0.209
(iv)	N.W.F.P.	77,544	Nil

سید اقبال حیدر: جناب میں محترم وزیر صاحب سے یہ بھی پوچھنا چاہوں گا کہ اگر آپ کے پاس exact نمبر ہو جو ۲۴ء۰ وہاں ۲۴/۲۵ سے زیادہ آدمی نہیں ہوں گے.....

جناب چیئرمین: وہ تو اگر calculator ہو تو ابھی نکال لیں۔ اس میں کیا ہے۔

سید اقبال حیدر: جی ہاں۔ پنجاب میں جو سب سے بڑا صوبہ ہے جہاں پر بہت زیادہ مشائخ، مولوی، علماء پر اور Religious Scholars ہیں وہاں کی آبادی بھی proportionately زیادہ ہے وہاں تو ۰۰۱ء ہے ان سے یہ تاثر ملتا ہے کہ علماء مشائخ عالم مستثنیٰ ہیں کیا یہ شریعت کے تحت ٹیکس دینے سے مستثنیٰ ہیں ان سے ٹیکس کیوں نہیں وصول کیا جاتا اور جناب وزیر صاحب آپ ان کو کیوں نہیں رجسٹر کرواتے۔

جناب سرتاج عزیز: جو ٹوٹل نمبر آپ نے پوچھا ہے وہ ۱۵۳ ہے ۱۱ پنجاب میں ۱۱۳ سندھ میں ۲۹، بلوچستان میں نمبر جو ہے اس وقت low ہے اس لئے کہ ان کی انکم جو ہے وہ taxable نہیں ہو گی تبھی ورنہ اس میں exemption تو کوئی نہیں ہے۔ جو taxable income کے دائرہ کار میں آتا ہے اس سے لیا جاتا ہے۔

سید اقبال حیدر: N.W.F.P. میں۔

جناب چیئرمین: یہ Question Hour ہو رہا ہے آپ کیا کر رہے ہیں۔

جناب منظور احمد گچکی: ضمنی سوال۔

جناب چیئرمین: ان کا ختم ہونے دیں پھر آپ کریں۔

سید اقبال حیدر: N.W.F.P. میں کیا ایک بھی ایسا عالم دین نہیں ہے جو کہ اتنا دیانتدار اور honest ہو کہ اپنا ٹیکس دے سکے.....

قاضی حسین احمد: جناب اس کی توجیہ کیا ہے تشریح کیا ہے۔ کیا عالم دین کی بنیاد پر کوئی کاروبار ہو رہا ہے۔ جو اس کا ٹیکس لیا جائے گا۔ میں ایک income tax payer ہوں اور میں انکم ٹیکس دیتا ہوں اس طریقے سے بہت سارے دوسرے کاروبار کرتے ہیں.....

جناب چیئرمین: اس سے یہی پتا چلتا ہے۔

قاضی حسین احمد: عالم دین کی کوئی کیٹگری نہیں ہوتی جو انکم ٹیکس payer ہوتا ہے۔

سید اقبال حیدر: آپ تو فرنٹیئر سے ہیں۔

قاضی حسین احمد: میں فرنٹیئر سے ہوں عالم دین کی کوئی کیٹگری نہیں ہوتی وہ دکاندار ہوتا ہے وہ ایک تاجر ہے وہ industrialist ہوتا ہے وہ زمیندار ہوتا ہے وہ مختلف کاروبار کرتا ہے اور اس حیثیت سے وہ ٹیکس دیتا ہے۔ عالم دین کی حیثیت سے کوئی ٹیکس نہیں دیتا۔

سید اقبال حیدر: انہوں نے تو آپ کو بھی رجسٹر نہیں دکھایا حالانکہ آپ عالم دین ہیں اور آپ ٹیکس دیتے ہیں۔

قاضی حسین احمد: آپ Question کو عالم دین کے خلاف ایک ذریعہ بنا رہے ہیں۔ آپ چور ہیں۔ چوروں کا ایک طبقہ جو مغرب زدہ ہے۔ وہ چوروں کا طبقہ ہے۔ سارے ملک کو انہوں نے کھالیا ہے۔ یہ علمائے دین کو بدنام کرنے کا ایک طریقہ ہے۔

خواجہ محمد حمید الدین: علماء تو اپنی ضرورت کی کوئی کتاب بھی نہیں خرید سکتے ان کی یہ پوزیشن ہے۔

سید اقبال حیدر: میں تو یہ پوچھ رہا ہوں شریعت کا وہ کون سا نکتہ ہے جس سے ملاؤں کو مستثنیٰ کیا گیا ہے کہ وہ ٹیکس نہ دیں۔

جناب چیئرمین: اقبال حیدر صاحب ایسا کوئی نکتہ نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ان کی انکم ہے جو ٹیکس ایبل ہے اگر ایک عالم دین کی انکم ٹیکس ایبل نہیں ہے تو وہ کیسے ٹیکس دے گا۔ یہاں منسٹر صاحب نے یہ نہیں کہا کہ وہ مستثنیٰ ہیں۔

سید اقبال حیدر: جناب ان کے اگر اتنے بڑے بڑے عالیشان مکانات ہیں۔ پجارو گاڑیاں ہیں۔

جناب چیئرمین: یہ تو ساری speculations ہیں۔ یا نہیں ہیں۔ یا تو specific کیس لائیں۔ and bring it to the notice of the Minister کہ جی فلاں آدمی ہے اس کا عالیشان مکان ہے وہ ٹیکس نہیں دیتا۔ he will make an inquiry.

سید اقبال حیدر: جناب چیئرمین! یہ خود جانتے ہیں۔ بڑے بڑے پیر جو ہیں ان کے مکانات میں دعوتیں کھاتے ہیں ہمارے وزراء اور وزیر اعظم صاحب۔ ان کو معلوم ہے کہ ان کی کتنے کروڑوں روپے کی آمدنی ہے۔

Mr. Chairman : This is too general. Any other supplementary.

پروفیسر خورشید احمد: میں نے اس بنا پر یہ بات کہی تھی کہ یہ جواب پڑھا جائے وہ یہی تھی کہ مجھے تعجب ہے کہ وزیر خزانہ نے یہ figure دی ہے اور میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ کیا انکم ٹیکس رولز کے تحت آپ کے پاس کوئی کیٹگری ایسی ہے جس کی بنا پر مولوی، علماء، مشائخ، پیر Religious Scholars پیش امام، ہیڈ ماسٹر، ٹیچرز اور دینی مدارس یہ کسی بھی taxable category میں بحیثیت مولوی، مشائخ آتے ہوں آپ نے اسے کیسے calculate کیا ہے یہ بات بزنس مین industrialist agriculturist ان میں سے کون مولوی ہے کون نہیں ہے اس basis پر ٹیکس لگتا نہیں ہے یہ figure آپ نے کیسے دکھائی۔

جناب سرتاج عزیز: سوال یہ ہے کہ وہ پیش امام سکالرز جو دینی مدارس میں رجسٹرڈ ہیں ہمارا جو نکتہ ہے وہ دینی مدارس کا ہے جو دینی مدارس ٹیکس دیتے ہیں وہ یہ ہیں individuals کی ہم بات نہیں کرتے۔

پروفیسر خورشید احمد: بات clear کیجئے جو چیز آپ کہہ رہے ہیں وہ کیا ہے وہاں پر بھی دینی مدارس، دینی مدارس کی حیثیت سے ٹیکس نہیں دیتے بلکہ دینی مدارس اگر وہ charitable institutions ہیں تو وہ ٹیکس نہیں دیں گے تو اس بنا پر آپ نے جو جواب دیا ہے وہ صحیح

نہیں ہے اور آپ کو اس سوال کو clarify کرنا چاہئیے تھا یہ mischievious سوال ہے اور جو جواب دیا گیا ہے اس میں Ministry of Finance نے ذمہ داری ادا نہیں کی۔

جناب سرتاج عزیز: دینی مدارس جو رجسٹرڈ ہیں۔

Mr. Chairman : Are Dini Maddarasas exempted from income tax as a charity?

جناب سرتاج عزیز: as a charity اگر ان کی انکم تو tax exempted ہے۔

Mr. Chairman : Are all Dini Maddarasas charities?

Mr. Sartaj Aziz : I would like first notice but I think as a donation۔ اس قسم کی جو انکم ہے وہ ٹیکس ایبل نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: نہیں ایک تو donation made to a Dini Maddaras income earned by the Dini Maddarasas through donation, through fees and secondly what about the salaries received by the teachers of Dini Maddarasas, as teachers, supposing میں وہاں لیکچر دیتا ہوں اور مجھے وہاں سے پیسے ملتے ہیں۔ would I be taxed on that income?

Mr. Sartaj Aziz : They are not tax exempted and any income earned by them from properties is not tax exempted.

Mr. Chairman : No, not property but salary as a teacher of the Dini Maddarasa.

Mr. Sartaj Aziz : No that is not tax exempted.

جناب چیئرمین: بہر حال آپ دیکھ لیں اس کو۔

پروفیسر خورشید احمد: سوال یہ ہے کہ وہ دینی مدرسے کے ٹیچر کی حیثیت سے pay نہیں کر رہے ہیں وہ ایک income earner کی حیثیت سے کر رہے ہیں اس لئے یہ سوال بالکل غلط ہے آپ کے ہے Income tax Law کے اندر کہیں یہ کیٹگری نہیں ہے کہ آپ یہ بتلائیں کہ کون ملا ہے کون Minister ہے یہ کہیں لکھا ہوا نہیں ہے اور عالم کے معنی

یہ ہیں جس کے پاس دینی علم ہو خواہ وہ businessman ہو خواہ وہ industrialist ہو خواہ وہ مسجد میں بیٹھ کر درس دے رہا ہوں وہ بالکل الگ کیٹگری ہے۔

جناب چیئرمین: عالم کے معنی یہ نہیں ہوتے کوئی بھی علم والا عالم ہو۔

پروفیسر خورشید احمد: نہیں، اس کے لئے باقاعدہ علم ہونا چاہیئے بالکل کیٹگریز ہیں۔

جناب چیئرمین: نہیں، اگر اکنامکس کا علم ہے تو وہ عالم نہیں ہوگا۔

پروفیسر خورشید احمد: اس معنی میں وہ عالم دین نہیں ہے عالم ہے ضرور۔

جناب چیئرمین: عالم ہے عالم دین نہیں ہے۔

پروفیسر خورشید احمد: اور عالم کی حیثیت سے آپ ٹیکس نہیں لیا کرتے سکالر کی حیثیت سے آپ ٹیکس نہیں لیتے۔ آپ کی جو کیٹگریز ہیں ان کی بنیاد کے اوپر تو میرا خیال یہ ہے۔ کہ سوال دراصل ایسا نہیں تھا جس کا اس طریقے سے جواب دیا جاتا اور جو معلومات دی گئی ہیں وہ صحیح نہیں ہیں اور وہ معلومات دینے کا آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: اقبال حیدر صاحب۔

Syed Iqbal Haider : Income Tax Department maintains a separate category of income tax assessees called professionals.

Mr. Chairman : Iqbal Haider Sahib, a lawyer earns income as a professional, doctor, engineer, architect but there is no category that یہ مولوی کی کوئی income as a Moulvi ہے۔

Syed Iqbal Haider : Just allow me to explain Sir. When I file that income tax return as a professional, I also state in that return my profession.

جناب چیئرمین: نہیں دیکھیں ناں اگر مولوی صاحب کہیں پڑھا رہے ہیں تو he is a teacher and he is earning income as a teacher.

سید اقبال حیدر: اگر تو وہ employee کی حیثیت سے اپنے آپ کو کرتے ہیں تو that Maddarasa is obliged to deduct income tax from his salary. It is

very much on record of the Income Tax who is a Maulvi, who is a Pir.

جناب چیئرمین: نہیں پیر کی کیا income ہو گی۔

سید اقبال حیدر: ہو، ہو، ہو، ہو، اللہ الامان، الحفیظ۔ اللہ ان سے بچائے۔

جناب چیئرمین: As a professional، وہ کیا کہیں گے.....

سید اقبال حیدر: جناب، ٹیکس کے بارے میں میرا مطلب یہ تھا کہ ایک طرف سے تو یہ اپنے آپ کو اللہ کے مخصوص اور اللہ کے قریب ترین اور اللہ کے اطاعت گزار بندے کہتے ہیں۔ دوسری طرف ان کی اربوں روپے کی پراپرٹی ہے۔ ہمارے سندھ کی پیروں کا تو عالم یہ ہے۔ ابھی وہاں ایک پیر کو ۷۰ ہزار ایکڑ اراضی ایک مرحوم چیف منسٹر دے کر گئے ہیں.....

Mr. Chairman : But that would be let us say agricultural income.

Syed Iqbal Haider : But there will be a wealth tax.

Mr. Chairman : Anyhow.

ٹھیک ہے۔ بہرہ ور سعید صاحب۔

Akhunzada Behrawar Saeed : Is an institution which is called Maddarasas which is not used as a Maddarasa but that institution is used as armoury by a certain party, not exempted from tax?

Chaudhry Abdul Ghafoor : Not exempted.

Mr. Chairman : Next Question No. 20, Iqbal Haider Sahib.

20. ***Syed Iqbal Haider :** Will the Minister Incharge of the Prime Minister's Secretariat be pleased to state :

(a) the annual expenditure of the Prime Minister House and the Prime Minister's Secretariat since 1st July, 1988 with year-wise breakup; and

(b) the number of employees working in the Prime Minister's House and Prime Minister's Secretariat with grade-wise and province-wise breakup?

Ch. Amir Hussain : (a) (i) *Prime Minister's House.*

Year	Expenditure
1988-89	Rs. 13,895,290.05
1989-90	Rs. 18,562,265.00
1990-91	Rs. 20,319,542.85
1991-92 (upto 6/92)	Rs. 30,067,995.00

(ii) *Prime Minister's Secretariat (Public)*

1988-89	Rs. 43,152,183
1989-90	Rs. 80,789,648
1990-91	Rs. 72,440,559
1991-92 (upto 5/92)	Rs. 100,395,680

(b) Total number of employees working in:-

(i) Prime Minister's House are 436.
(ii) Prime Minister's Secretariat are 372.

Details with grade-wise and Province-wise break-up may please be seen at Annex-I.

Annex-I

(b) (i) NUMBER OF EMPLOYEES WORKING IN THE PRIME MINISTER'S HOUSE WITH GRADE-WISE AND PROVINCE-WISE BREAK-UP

BPS	Punjab	Sindh (U)	Sindh (R)	N.W.F.P.	Balo-chistan	NA/ FATA	A.K.	Locally Recruited	Total	Remarks
Mily. Secy. to (PM)				Tenable on secondment by Brig/Maj. Genl.					1	
Personal Physician to (PM)				Tenable on secondment by Lt. Col/Col.					1	
Dy. Mily. Secy. to (PM)				Tenable on secondment by Lt. Col/Col.					1	
OSD (Admn.)				Tenable on secondment by Maj. Lt. Col.					1	
OSD (Security)				Tenable on secondment by Sp/Maj.					1	
As DC				Tenable on secondment by Capt/Major or equivalent in Armed Forces.					3	
18	3	1	-	2	-	-	-	-	6	
17	10	-	-	-	-	-	-	-	10	
16	1	-	-	-	-	-	-	-	1	
15	3	-	-	1	-	-	1	-	5	
13	-	1	-	-	-	-	-	-	1	

BPS	Punjab	Sindh (U)	Sindh (R)	N.W.F.P.	Balo-chistan	NA/ FATA	A.K.	Locally Recruited	Total	Remarks
12	5	-	-	1	-	-	1	-	7	
11	24	-	-	1	-	-	-	1	26	
10	-	-	-	-	-	-	2	-	2	
9	12	-	-	-	-	2	-	1	15	
8	3	-	-	-	-	-	-	-	3	
7	28	-	-	1	-	-	1	-	30	
6	4	-	-	1	-	-	-	-	5	
5	43	1	-	10	-	-	9	1	64	
4	31	-	-	5	-	-	6	3	45	
3	6	-	-	1	1	-	2	2	12	
2	6	-	-	-	-	-	-	-	6	
1	121	-	-	26	-	1	26	16	190	
	300	3	-	49	1	3	48	24	436	

(ii) NUMBER OF EMPLOYEES WORKING IN THE PRIME MINISTER'S SECRETARIAT WITH GRADE-WISE AND PROVINCE-WISE BREAK-UP

BPS	Punjab	Sindh (U)	Sindh (R)	N.W.F.P.	Balo-chistan	NA/ FATA	A.K.	Locally Recruited	Total	Remarks
22	2	-	-	-	-	-	-	-	2	Officers in BPS-17
21	3	-	-	-	-	-	-	-	3	and above are posted
20	5	1	-	1	-	2	-	-	9	by the Establishment
19	7	1	-	1	-	-	-	-	9	Division. Hence their
18	20	2	2	2	-	-	-	-	26	Regional/Provincial
17	9	-	-	4	-	-	-	-	13	Quota is controlled and
16	16	-	-	1	-	-	1	-	18	maintained by the
15	44	2	5	2	-	-	-	-	53	Establishment Division.
14	2	2	-	-	-	-	-	-	4	
13	-	-	-	-	-	-	-	-	-	
12	10	-	-	1	-	-	-	-	11	
11	17	1	4	1	-	1	-	-	23	
10	-	1	-	-	-	-	1	-	2	
9	8	-	-	1	-	-	1	-	10	
8	-	-	-	-	-	-	-	-	-	
7	28	2	1	4	-	-	2	-	37	
6	2	-	-	-	-	-	-	-	2	
5	17	-	2	3	-	-	3	-	25	
4	16	1	1	1	-	-	2	-	21	
3	-	-	-	-	-	-	-	2	2	
2	-	-	-	-	-	-	-	46	46	
1	-	-	-	-	-	-	-	56	56	
	206	13	15	22	-	2	10	104	372	

Syed Iqbal Haider : Sir, I would like from the honourable Minister to give justification, on the one hand government claims that the non-development expenses have been curtailed right from the day, (1) there is a so-called austerity move, on the other hand what is the reason and justification for increase in the annual expenditure of the Prime Minister House. When we were in power

there was only 13 million which rose to 18 and now it is 30 million. Secondly Sir, the number of employees, what is the justification that out of a total number of employees of 436 the representation from the rural or urban Sindh is confined to 15 and 13. That comes to hardly 28 members are from Sindh and that is also-the most relevant point is that those employees from Sindh are basically from a very very low grade employment. Would the honourable Minister give an explanation?

چوہدری امیر حسین: جناب والا! گزارش یہ ہے کہ جیسے ابھی معزز رکن نے فرمایا ہے کہ اضافہ کیوں ہوا ہے، اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ جو تنخواہیں ملازمین کی تھیں وہ بڑھی ہیں اور اسی حساب سے ٹی اے ڈی اے، office equipment بڑھے ہیں لیکن اس کے علاوہ بات یہ ہے کہ ۸۹۔۱۹۹۰ء میں، ہم سے پہلے جب پی ڈی اے کی حکومت تھی اس میں ۱۵ آسامیاں پیدا کی گئی تھیں، اس میں سے ایک ۲۲ گریڈ کی تھی ایک ۲۱ گریڈ کی تھی اور اس طرح سے دوسرے گریڈوں کی تھیں۔ ۸۴ ٹوٹل آفیسر بنے، ان کے لئے آدمی بھرتی کئے گئے اور پھر ان کو تنخواہ، ٹی اے، ڈی اے، بھی ادا کرنا پڑا۔ اب ظاہر ہے کہ ان کی تنخواہوں کا اثر تو اگلے سال پر پڑنا ہوتا ہے۔ ۸۹۔۱۹۹۰ء میں جو آسامیاں پیدا کی گئیں ان پر بلاوجہ آدمی ملازم رکھے گئے۔ اس طرح اخراجات بڑھ گئے۔ اب ہماری حکومت نے کیا کیا ہے۔ ہم نے اخراجات کم کرنے کے لئے کوشش کی۔ اب ہمارے پاس جو منظور شدہ آسامیاں ہیں وہ ۲۷۳ ہیں اور ان کی تعداد پہلے ۴۳۷ تھی۔ ہم نے ان کو کم کیا ہے یعنی ہم سے پہلے ۴۳۷ اسامیاں تھیں۔ یہ وزیر اعظم سیکرٹریٹ، پبلک سائیڈ، پر اسامیاں تھیں اور اب ہم نے ان کو کم کر کے ۲۷۳ کیا ہے۔ اور انٹرنل سائیڈ میں پہلے اسامیاں ۱۳۵ تھیں اور ہم نے ان کو ۱۳۴ کیا ہے۔ یہ کوششیں ہیں جو ہم نے بجٹ کم کرنے کے لئے کی ہیں۔

اب جناب جو تیسرا سوال کا حصہ ہے، اس کے بارے میں عرض ہے کہ ان کے خیال کے مطابق اندرون سندھ سے کم ملازمین کو وزیر اعظم سیکرٹریٹ میں ملازم رکھا گیا ہے۔

(مداخلت)

چوہدری امیر حسین: میں جناب عرض کرتا ہوں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جو آفیسر لئے جاتے ہیں وہ اسٹیبلشمنٹ ڈویژن سے لئے جاتے ہیں، پرائم منسٹر سیکرٹریٹ میں پبلک سائیڈ سے یا انٹرنل سائیڈ میں directly کوئی بھرتی نہیں کی جاتی ہے۔ اگر کی جاتی ہے تو وہ lower grade کی جاتی ہے، ان کے متعلق عرض ہے کہ وہ اسامیاں پر ہی لوکل سطح پر کی جاتی ہیں، جیسے کہ چپڑاسی اور نائب قاصد وغیرہ ہیں۔ پھر یہ کہ کچھ لوگ دوسری وزارتوں سے لئے جاتے ہیں، کچھ deputation پر لئے جاتے ہیں اور کچھ پر موشن سے آفیسر بنتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہمیں اس لئے blame نہیں کیا جا سکتا کہ یہ تمام کا تمام ملازمتیں دینے کا کام ہم سے پہلی حکومت میں ہوا ہے جب سے ہماری حکومت آئی ہے نومبر سے، اس وقت سے لے کر ابھی تک مکمل طور پر ban لگا ہوا ہے۔ ہم نے تو نئی بھرتی کی ہی نہیں ہے۔ اگر ہم نے ناانصافی بقول ان کے کی ہے تو اس کے بارے میں عرض ہے کہ ہم نے نہیں کی ہے۔ یہ ہم سے پہلے کی پی پی گورنمنٹ نے کی ہے۔

Syed Iqbal Haider : Question?

چوہدری امیر حسین: جناب والا! جب ہم نومبر میں آئے ۱۹۹۰ء میں، تو اس کے بعد سے تو مکمل طور پر ban ہے، کوئی بھرتی نہیں کی ہے اور خود انہوں نے اندرون سندھ کو محروم کیا اور blame جناب والا! ہم کو کرتے ہیں اور یہ جو ۱۸۴ انہوں نے رکھے تھے اس میں سندھ کے بھی رکھ لیتے۔ شکریہ!

Syed Abdullah Shah : Sir, the honourable Minister has made a mis-statement. There is another question put by me which will come later on and my question was, 'how may people were appointed in Customs and Excise Department from 6th August onwards' and they have given the number 367 but he says we have made no appointments.

Mr. Chairman : Right when we will come to that then we will see that.

Syed Abdullah Shah : No, but he has just now said that there was a ban and it is the mis-statement. Secondly Sir, I submit that

when there is a quota system, why it is not being observed? Who has stopped them? Let us say for the sake of argument that the previous government did something wrong, why are you not doing the right?

چوہدری امیر حسین: جناب والا! میں نے گزارش کی ہے کہ وزیر اعظم سیکرٹریٹ میں، انٹرنل اور پبلک سائیڈ پر چونکہ ہم نے fresh appointmnts کی ہی نہیں.....

سید عبداللہ شاہ: ہم ان کا پوچھ رہے ہیں جو آپ نے کی ہیں۔

جناب چیئرمین: بہر حال جب اس سوال پر آئیں گے تو پھر یہ بات کر لیں گے۔

چوہدری امیر حسین: مجھے بڑا افسوس ہے شاید یہ سپیکر بھی رہ چکے ہیں اس لئے ان کو طریقہ کار کا پتا ہونا چاہیئے۔ جب ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن کا سوال آئے گا تو پھر اس پر اس وقت بات کریں گے۔

جناب چیئرمین: وہ پوچھ رہے ہیں کہ اگرچہ آپ نے fresh recruitment نہیں کی تاہم آپ کا جو موجودہ نظام ہے اس کے تحت بھی آپ لگا سکتے ہیں۔

چوہدری امیر حسین: جناب میری گزارش ہے کہ چونکہ ہم fresh recruitment نہیں کر رہے ہیں اس لئے ہم ملازمین اسٹیبلشمنٹ ڈویژن سے لیتے ہیں۔ ہم ملازمین کو ڈیپوٹیشن پر لیتے ہیں۔ اگر ڈیپوٹیشن کے ذریعے پر موشن پر یا دوسری وزارت سے کوئی آدمی لیا جاتا ہے تو اس صورت میں quota observe نہیں کیا جا سکتا۔ کوٹہ جو ہے یہ fresh recruitment کے وقت observe کیا جاتا ہے۔ اور ان کو اس بات کا بخوبی علم ہے۔ جس وقت جناب fresh recruitment کی جائے گی، اس وقت کوٹہ observe کیا جائے گا اور کسی طریقے سے بھی، کسی صوبہ کے ساتھ کوئی ناانصافی نہیں کی جائے گی۔

سید اقبال حیدر: جناب، یہ غلط بات کہہ رہے ہیں۔ ہمارے وقت کے پرائم منسٹر سیکرٹریٹ میں پرنسپل سیکرٹری سے لے کر نائب قاصد تک جو ملازم تھے ان کو یہاں سے ۶ اگست کے بعد dismiss کر دیا تھا۔

جناب چیئرمین: آپ ٹرانسفر کہہ سکتے ہیں۔

سید اقبال حیدر: آپ ٹرانسفر کہہ لیں لیکن کچھ کو dismiss بھی کیا ہے۔ کچھ کو او ایس ڈی بھی بنایا ہے، میرا یہ کہنا کہ آپ کا یہ الزام کہ اس وقت پرائم منسٹر ہاؤس میں عملہ کی جو تعداد ہے اس کا یہ عالم محترمہ بے نظیر بھٹو کے زمانہ میں بھی یہی تھا ان کا یہ کہنا بالکل غلط ہے کیونکہ جن جن لوگوں کو ہمارے زمانے میں بھرتی کیا گیا تھا ان میں سے زیادہ تر لوگوں کو یا تو ٹرانسفر کر دیا گیا ہے یا او ایس ڈی بنا دیا گیا ہے یا نہیں dismiss بھی کیا گیا ہے۔ یہ میرا کہنا ہے۔ اس کے بارے میں بتائیں۔

چوہدری امیر حسین: جناب والا! یہ presumptions پر سارے سوالات کرتے ہیں۔ ایک general سا کر دیا گیا ہے اور میں نے تو وضاحت کر دی ہے۔

جناب چیئرمین: سید فصیح اقبال صاحب۔

سید فصیح اقبال: جناب چیئرمین! اس میں تو بلوچستان کا کوئی آدمی نہیں ہے جب یہ فرماتے ہیں Establishment Division کا حوالہ دے کر، تو پرائم منسٹر صاحب کو یہ بالکل اختیار ہے اور پرائم منسٹر ہاؤس میں ان کی discretion بھی ہے وہ باہر سے بھی آدمی رکھتے ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ بلوچستان کسی بھی Federal Department میں visible نہیں ہے یعنی یہ تو نہایت افسوس کا مقام ہے پرائم منسٹر ہاؤس تو پورے ملک کا ہاؤس ہے اور اس میں چھوٹے یونٹوں کا آدمی موجود ہونا چاہیئے۔ کیونکہ وزیر اعظم، پورے پاکستان کا وزیر اعظم ہے۔

جناب چیئرمین: بہر حال اس کا جواب بھی وہی ہے جو پہلے دے چکے ہیں۔ جی راجہ محمد افضل صاحب آن پوائنٹ آف آرڈر۔

(مداخلت)

راجہ محمد افضل خان: جناب چیئرمین! مجھے گزارش یہ کرنا تھی یہ جو سوال ہوا اور اس میں جو ضمنی سوالات آرہے ہیں اس میں ایک بڑی ambiguous سی بات ہو رہی ہے کہ جناب صدر ہاؤس پر بھی، اور پرائم منسٹر ہاؤس پر بھی کوٹہ ہے ایسی کہیں بات آئین میں

موجود نہیں ہے کوٹہ ہے گورنمنٹ لیول پر، اگر اس میں کہیں کسی صوبہ کو حق نہیں ملا، اندرون یا شہری ایریا سندھ کو، تو اس پر یہ سوال کیا جا سکتا ہے لیکن یہ سوال نہیں کیا جا سکتا کہ فلاں جگہ پہ بھی اتنا کوٹہ ہونا چاہیئے۔

جناب چیئرمین: یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔ جی سعید قادر صاحب۔

لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) سعید قادر: یہ میرے نظریئے سے بالکل پوائنٹ آف آرڈر بنتا ہے یہ quesion totally irrelevant ہے۔ اور حکومت کا فرض ہے کہ کوٹہ حکومت کے لیول پر maintain کرے کہیں نہیں دیا ہوا۔ یہ کوٹہ کے اسی میں کہ depatment - wise ہر منسٹری میں ہر ڈویژن میں کوٹہ ہو گا۔ اگر کوئی ہے تو یہاں پیش کیا جائے۔ حکومت کی کوٹہ کے بارے میں پالیسی یہ ہے کہ صوبائی لیول پہ کوٹہ maintain کیا جائے گا نیشنل لیول پر نہیں یہاں تک سوال صحیح ہے۔ traditionally اگر یہ کیا جاتا ہے کہ balance رکھنا چاہتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں ہے ضرورت کے اوپر ہے لیکن اس کو آپ قانونی طور پر نہیں کر سکتے۔

جناب چیئرمین: نہیں آپ کا مطلب ہے کہ on the total employment of the Federal Government there should be a certain prescribed quota.

Lt. Gen. (Retd.) Saeed Qadir : At the national level.

جناب چیئرمین: یعنی ہر محکمے میں نہیں ہے۔

چوہدری امیر حسین: ہر محکمے میں نہیں ہے ٹھیک ہے جی۔

جناب چیئرمین: بہر حال، جی جناب عبداللہ شاہ صاحب۔

Syed Abdullah Shah : Sir, the expenditure on the Prime Minister's House in 1988-89 was only one crore, thirty-eight lacs and some rupees.

جناب چیئرمین: وہ تو سوال پوچھ لیا۔

Syed Abdullah Shah : But again, the Prime Minister's Secretariat, that was only forty-three crores, now it has gone to

hundred crores. Will the honourable Minister explain how suddenly this expenditure has doubled?

چوہدری امیر حسین: جناب والا! میں گزارش کرتا ہوں کہ پرائم منسٹر ہاؤس کے ۹۰-۸۹ء میں دیکھیں یہ ہیں جناب آٹھ ملین ۸ کروڑ، تو اب جناب والا! ten ہو گیا۔ ۹۱-۹۰ء میں کم ہو گیا۔ اب جناب والا! اس میں جو increase ہوئی وہ صرف ایک مد میں جو غرباء کی گرانٹ جو ان میں تقسیم ہوتی ہے وہ increase کی گئی وہ پہلے تھی ۲۴ ملین، اب اس کو ۴۹ ملین کیا گیا۔ یہ کوئی پرائم منسٹر ہاؤس پر خرچہ نہیں ہو گا بلکہ غرباء، مساکین اور disabled اور کئی لوگ ہیں ان کو جو امداد دی جاتی ہے اس میں ۲۴ سے ۴۹ ملین کیا گیا اس لحاظ سے یہ بڑھی ہے۔

جناب چیئرمین: اچھا۔ جی جناب مندوخیل صاحب۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب چیئرمین! یہاں جناب وزیراعظم ہاؤس اور سیکرٹریٹ میں BPS-3 میں بلوچستان کا ایک آدمی ہے تو یہ ہم پوچھتے ہیں کہ ایک کیسے آ گیا؟

جناب چیئرمین: یہ پوچھتے ہیں جی کہ یہ ایک خوش قسمت کون ہے مجھے یاد ہے جی کہ یونیورسٹی میں الیکشن تھا ایک صاحب نے الیکشن لڑا، تو دو ووٹ آئے تو کہتا ہے کہ ایک تو میرا ہے لیکن دوسرا کون بے وقوف ہے جس نے مجھے ووٹ دیا۔

چوہدری امیر حسین: جناب والا! جیسے پہلے میں نے گزارش کی اور جیسے پہلے میرے دوستوں نے بھی explain کیا کہ پرائم منسٹر اور صدر ہاؤس کا کوئی باقاعدہ کوٹہ نہیں ہوتا، فیڈرل گورنمنٹ کے لیول پر فلاں صوبے کو کتنی نمائیدگی دی گئی، لیکن لوئر سکیل BPS 1,2,3 and 4 اس میں تو نہ کوٹہ کو deserve کیا جاتا ہے اور نہ ہوتا ہے اس میں تو insturctions ہیں کہ لوکل لیول سے آدمی لیا جائے کیونکہ ایک چپڑاسی دوسرے صوبے سے یہاں شاید نوکری بھی نہ کر سکے.....

جناب چیئرمین: مندوخیل صاحب! ایک چیز کی میں وضاحت کر دوں کہ پرائم منسٹر سیکرٹریٹ میں بلوچستان سے میرا خیال ہے.....

جناب عبدالرحیم مندوخیل: نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: نہیں ہے؟ اچھا۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: لیکن سندھ کے ہیں سندھ اربن کے ۱۳ ہیں اور سندھ رورل کے ۱۵ ہیں۔

جناب اعجاز علی خان جتوئی: جناب یہ بڑا valid point اٹھایا ہے کہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ نچلے گریڈز میں کوئی کوٹہ observe کیا جائے ہمارے ساتھ ظلم تو یہ ہے کہ پیاور گوٹھ شوگر مل میں لیبر بھی پنجابی آیا ہے اور جو مسجد میں پیش امام جو آٹھ سو روپیہ تنخواہ لیتا ہے تو وہ کیا لوئر میں نہیں آتا ہے ہمارے پاس نائب قاصد اور peon بھی پنجاب سے آتے ہیں۔ شوگر مل کے employees اور لیبر بھی پنجاب سے آتے ہیں۔

جناب چیئرمین: وہاں؟

جناب اعجاز علی خان جتوئی: جی ہاں سندھ میں،

جناب چیئرمین: کیوں وہ لاتے ہیں؟

جناب اعجاز علی خان جتوئی: وہی ہے کہ گورنمنٹ یہ لاتی ہے یہ شوگر کارپوریشن کی ہے۔

جناب چیئرمین: یعنی سرکاری ادارہ ہے۔

جناب اعجاز علی خان جتوئی: جی ہاں تو کیا وہاں پر کوٹہ observe نہیں ہوتا ہے یہ اپنے وہاں سے نکال لیں ہم اپنے یہاں سے نکال لیں۔

جناب چیئرمین: اچھا۔

چوہدری امیر حسین: جناب والا! یہ بات نہیں جو apply کرے گا اس کو موقع دیا جائے گا apply ہی نہ کرے تو اس کو گھر سے تو نہیں بلا کر نوکری دی جا سکتی۔

قاضی حسین احمد: جناب والا! سندھ کا مسئلہ تو ٹھیک ہے یہ ان کا مسئلہ ہے لیکن جہاں تک پرائم منسٹر ہاؤس اور سیکرٹریٹ کا تعلق ہے یہ چونکہ قومی ادارے ہیں اسلام آباد میں ہیں اس لئے اس کے جو ملازمین ہیں اس میں یہ بات منعکس ہونی چاہئے reflect ہونی چاہئے قومی

ادارہ ہے اور تمام ملک کے تمام حصوں کے لوگ یہاں موجود ہیں۔ یہاں پہ جو اعداد و شمار دیئے گئے ہیں ان سے یہ واضح ہوتا ہے اور صاف طور پر کچھ علاقے محروم ہیں۔ اور میرا خیال ہے کہ یہ قومی یکجہتی کے لئے مفید نہیں ہے اس سے شکوک پیدا ہوں گے۔

جناب چیئرمین: شکریہ جی۔ اگلا سوال نمبر ۲۱۔

21. ***Syed Iqbal Haider :** Will the Minister Incharge of the Cabinet Division be pleased to state whether it is a fact that a residential plot was carved out of the ' Park Site ' situated between Nazimuddin Road and Street No. 32, F-7/1 Islamabad, if so, the name of its allottee indicating also the date of allotment?

Ch. Amir Hussain : Plot No. 22-A, Nazimuddin Road, Sector F-7/1 was created on an incidental open space in 1982. That was not a Park Site. The plot was allotted to Mr. Izhar-ul-Haq in lieu of plot No. 3 Sector F-7/2, Islamabad on 28th December, 1982.

Mr. Chairman : Supplementary question?

Syed Iqbal Haider : Sir, they have admitted the fact that Mr. Izharul Haq has been allotted a plot No. 22-A on Nazimuddin Road which is one of the most prestigious Roads in lieu of his another plot. My question is, was that plot also not allotted to him by CDA as a grant or as a favour? So, what is this in lieu of? He did not purchase it from the market, this is open.

چوہدری اسد الرحمٰن: جناب چیئرمین! جس طریقے سے باقی لوگوں کو پلاٹ الاٹ ہوتے ہوں گے اسی طرح وہ پلاٹ الاٹ ہوا ہو گا۔ لیکن انہوں نے جو پلاٹ جو بہت uneven تھا انہوں نے یہ درخواست کی کہ مجھے اس پلاٹ کو levelling پر بہت خرچہ آئے گا تو مجھے اس کے بدلے دوسرا پلاٹ دے دیا جائے جس طرح دوسرے لوگ قیمت دے کر پلاٹ لیتے ہیں اسی طرح ہوں گے۔

سید اقبال حیدر: گرین بیلٹس کو کاٹ کر آپ نے کیوں پلاٹ دیا۔ وہ F-10/4 میں اور G-10 میں بھی پلاٹ ہوتے تھے۔ آپ نے گرین بیلٹ کو کاٹ کر جو کہ by law سی ڈی

اے کے statue کے مطابق کوئی بھی گرین بیلٹ گرین ایریا کو کاٹ کر پلاٹ نہیں دیا جا سکتا۔ آپ نے یہ لا قانونیت کیوں کی؟ سی ڈی اے نے؟

چوہدری اسد الرحمٰن: جناب چیئرمین! میرا خیال ہے انہوں نے جواب نہیں پڑھا۔ جواب میں لکھا ہوا ہے کہ یہ پارک ایریا نہیں تھا نہ یہ گرین بیلٹ تھی یہ incidential plot تھا جو awkward پلاٹ ہونے کی وجہ سے بعض پلاٹ چھوڑ دیئے گئے تھے۔ یعنی وہ اس لئے تھے کہ وہ pockets تھیں۔

جناب چیئرمین: ایسی pockets اور بھی ہیں؟

چوہدری اسد الرحمٰن: جی ہاں ہیں۔ جناب چیئرمین اس کی وجہ بعض نالے ہیں کوئی اونچی نیچی جگہ ہیں awkward پلاٹ کو پہلے چھوڑ دیا گیا تھا بعد میں ان کو شامل کیا گیا۔

سید اقبال حیدر: یہ اظہار الحق صاحب کی background کیا ہے جناب؟ ان کی ولدیت کیا ہے اور یہ کون صاحب ہیں؟

چوہدری اسد الرحمٰن: یہ جی شاید ان کو پتہ ہو مجھے پتہ نہیں۔

جناب محمد طارق چوہدری: جناب منسٹر صاحب نے کوئی بھی بات یقین کے ساتھ نہیں کہی یہ فرمایا کہ جی ہوا ہو گا دیا گیا ہو گا ان کو، یہ اپنی سیدھی بات کریں۔ specific بات کریں یہ تو مبہم بات ہے اور دوسری چیز یہ ہے کہ کیا ہر وزیر کی یہی ذمہ داری ہے کہ جو بھی اداروں کی بداعمالیاں ہوں ان کی یہ یہاں آ کر صفائیاں دیتے رہیں۔ یہ یقین کے ساتھ بتائیں کہ یہ کون ہیں اور ایسا کیوں ہوا تھا؟

چوہدری اسد الرحمٰن: جناب یہ اظہار الحق صاحب ہیں اور پاکستان کے شہری ہیں۔

جام جی کرار الدین: جناب اس کا area کیا ہے پلاٹ کا؟

جناب چیئرمین: ایریا کیا تھا جی پلاٹ کا۔

چوہدری اسد الرحمٰن: یہ سولہ سو سکوائر یارڈ تھا۔

ملک محمد حیات خان: اظہار الحق صاحب مرحوم ضیاء الحق صاحب کے بھائی ہیں۔ میں وہاں رہتا ہوں۔ ان کو پارک کاٹ کر پلاٹ دیا گیا ہے۔

جناب چیئرمین: اگلا سوال نمبر ۲۲۔ طارق چوہدری صاحب پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب محمد طارق چوہدری: جناب منسٹر صاحب نے غلط بیانی سے کام لیا ہے کہ گرین بیلٹ یا پلاٹ کاٹ کر نہیں دیا گیا، اگر بریگیڈئر صاحب کی بات درست ہے۔ تو انہوں نے دانستہ غلط بیانی اس ہاؤس میں کیوں کی ہے اور اس میں میں انکے خلاف پریولج موشن موو کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: بہر حال آپ لے آئیں۔ جو بھی موو کرتے ہیں پھر اس کو دیکھ لیں گے۔

جناب منظور احمد لچکی: یہ سولہ سو کیوں ہوا۔ جب وہ خراب تھا تو یہ سب سے اچھا پلاٹ ہے وہ سولہ سو ہے۔

جناب چیئرمین: یہ کہتے ہیں ناں کہ یہ awkward پلاٹ تھا، incidental تھا جام کرار صاحب۔

حاجی جام کرار الدین: جو اظہار الحق صاحب نے چھوڑا ہے وہ کس کو الاٹ کیا ہے۔

چوہدری اسد الرحمٰن: اس کے لئے فریش نوٹس چاہیئے۔

جناب چیئرمین: فریش نوٹس جی۔ سوال نمبر ۲۲۔

22. ***Dr. Muhammad Rehan :** Will the Minister for Finance and Economic Affairs be pleased to state :

(a) the number of Inspectors promoted as Income Tax Officer during the last five years; and

(b) the quota, if any, fixed for direct recruitment and promotion?

Mr. Sartaj Aziz : (a) 72 (seventy two) Inspectors were promoted as Assistant Income Tax Officer (PBS-16) during the last five years.

(b) 100% quota in BPS-16 is considered for promotion.

جناب چیئرمین: جناب شہزاد گل۔

جناب شہزاد گل: جناب والا! یہ کہتے ہیں کہ بہتر اسسٹنٹ انسپکٹر پروموٹ ہوئے ہیں۔ یہ بتائیں گے کہ یہ پروموشن کس بنیاد پر ہوئی اور کہاں کہاں پر ہوئی۔

جناب چیئرمین: جی جناب Minister for Finance

جناب سرتاج عزیز: جیسا کہ جواب میں کہا گیا ہے یہ seniority-*cum*-fitness کی بنیاد پر ہوتے ہیں اور اس میں سے اکتیس لوگ مئی ۱۹۸۸ء promote ہوئے تھے، نو لوگ جنوری ۱۹۹۰ء میں، پھر پچیس دسمبر ۱۹۹۱ء میں، چار بھی دسمبر ۱۹۹۱ء میں اور تین جو ہیں وہ جنوری ۱۹۹۲ء میں۔ جیسے جیسے ان کی سنیارٹی آتی جاتی ہے ویسے ان کو پروموٹ کیا جاتا ہے۔

جناب شہزاد گل: جناب یہ کہتے ہیں کہ 100% quota is considered for promotion تو کیا عمل میں بھی آیا ہے یہ کوٹہ یا نہیں۔

جناب سرتاج عزیز: ہاں جی ۱۹۸۰ء سے لے کر اب تک ڈائریکٹ ریکروٹمنٹ گریڈ ۱۶ اسسٹنٹ انکم ٹیکس آفیسر کی نہیں ہوئی۔

جناب چیئرمین: اگلا سوال نمبر ۲۳ ڈاکٹر ریحان صاحب۔

23. ***Dr. Muhammad Rehan :** Will the Minister for Finance and Economic Affairs be pleased to state the number of posts lying vacant, grade-wise, in the collectorate of customs Peshawar and the time by which these vacancies will be filled?

Mr. Sartaj Aziz : (a) The following posts are lying vacant in the Collectorate of Customs, Central Excise & Sales Tax, Peshawar:

(i)	Assistant Collector (B-17/18	2
(ii)	Computer Operator (B-16)	2
(iii)	Appraiser (B-14)	1
(iv)	Inspector (B-11)	9
(v)	UDC (B-7)	25
(vi)	LDC (B-5)	18
(vii)	Driver (B-4)	1
(viii)	Sepoy (B-2)	7
(ix)	Daftry (B-2)	1

(b) The posts of Assistant Collector are filled through competitive examination conducted by the FPSC. These two posts have fallen vacant due to promotion of Assistant Collectors to the post of Deputy Collectors and will be filled-in shortly on completion of departmental training by the probationers of Customs and Excise Group or earlier by transfer, if possible, from other Collectors or through promotion of officers in B-16 to B-17.

The posts of Computer Operators were referred to the FPSC for making recruitment on 16-12-90 but due to non-availability of suitable candidates, Commission had not recommended any person. Fresh requisition has been sent to FPSC on 21-4-1992.

The posts in B-11 to B-15 except those of Excise Inspectors have been reported to FPSC according to the new recruitment policy. The department is evaluating its Excise Inspectors requirements due to introduction of self-clearance Scheme for levy and collection of Central Excise duties and will be referred to FPSC only if a need for filling these vacancies of Inspectors is established.

The remaining posts have been advertised by the Collectorate of Peshawar in the National Press on 23-2-92 and recruitment will be made in due course of time in accordance with recruitment rules.

جناب چیئرمین: شہزاد گل صاحب۔

جناب شہزاد گل: جناب والا! اس کے سیکنڈ پارٹ میں ہے کہ The post of computer operators were referred to the FPSC for making recruitment on 16-2-90 but due to non-availability of suitable candidates commission has not recommended any person. Fresh requisition has been sent. اب یعنی دیکھیں ۱۶۔۲۔۹۰ کو ریفر کئے گئے اب یہ پوسٹ خالی پڑی ہیں اور اس پر کیا کوئی بھی suitable نہیں تھا اور کسی نے بھی درخواست نہیں دی۔ کیا کسی کو بھی کنسڈر نہیں کیا گیا۔

جناب چیئرمین: Minister for Finance

جناب سرتاج عزیز: جو qualification اور تجربہ رکھا گیا تھا اس کے مطابق چونکہ ان کی مارکیٹ میں ڈیمانڈ زیادہ ہے اور ہماری گریڈ ۱۶ کی terms اتنی attractive نہیں ہیں تو اس لئے کوئی suitable candidate سامنے نہیں آیا اور کمیشن نے کسی کو recommend نہیں کیا۔ اس لئے ہم نے دوبارہ ان کو refer کیا ہے کہ دوبارہ اس کو advertise کر کے recruitment کی جائے۔

جناب شہزاد گل: پھر ۲۱۔۴۔۹۲ کے بعد کوئی اشتہار دیا گیا ہے اس vacancy کو fillup کرنے کے لئے۔

جناب سرتاج عزیز: اب اس وقت ایڈھاک ریکروٹمنٹ پر ban ہے۔ یعنی ہم وہ نہیں کر سکتے۔ جب پبلک سروس کمیشن کو بھیج دیں انہیں کے ذریعے ریکروٹ کر سکتے ہیں ویسے نہیں کر سکتے۔

جناب چیئرمین: پروفیسر خورشید صاحب۔

پروفیسر خورشد احمد: کیا وزیر محترم یہ بتا سکیں گے کہ اس زمانے میں کوئی کیا ایسا انقلاب آ گیا ہے کہ جس کی بنا پر کمپیوٹر کے لوگ جو specialised ہیں، pro-fesionals ہیں اس میں دوبارہ یہاں آ سکیں گے۔ جب تک کہ وہ آپ اسباب دور نہیں کریں گے تو professionals کے لئے آپ اپنے scales revise کریں۔ آپ کیسے لوگوں کو حاصل کر سکتے ہیں۔

جناب چیئرمین: جی Minister for Finance

جناب سرتاج عزیز: اس سلسلے میں جیسا کہ معزز ممبر کو معلوم ہو گا بہت سے گریڈز کے لئے ریسرچ الاؤنس، پی ایچ ڈی الاؤنس بہت سے اس قسم کے مراعات دیئے گئے ہیں اور کمپیوٹرز کے بارے میں بھی غور کیا جا سکتا ہے کہ اس کے لئے terms کو attractive کیا جائے۔ جو دوسرا محکمہ ہے یہ تو customs کی بات ہے۔ اس میں ہمیں ان special terms کے مطابق لینے کی کچھ کامیابی ہوئی ہے۔

جناب چیئرمین: آخری سوال، شہزاد گل صاحب۔

جناب شہزاد گل: یہ کہتے ہیں The remaining posts have been advertised by the collectorate of Peshawar in the National press on 23-2-92 and the recruitment will be made in the due course. کب ہو گی۔ ابھی تک کوئی اخبار میں اشتہار نہیں آیا تو کیسے ہو گی۔

جناب چیئرمین: جی لکھا ہے Had been advertised

جناب شہزاد گل: نہیں اس کے بعد پتہ ہی نہیں لگتا۔ انٹرویو ابھی تک نہیں ہوا۔

جناب سرتاج عزیز: نہیں جی، اس کے انٹرویو ہو چکے ہیں اور جولائی کے آخر یا اگست کے شروع میں appointment متوقع ہے۔

جناب شہزاد گل: یہ تو بتائیں ناں کہ The posts in B-11 to 15 except those of Excise Inspectors have been reported according to the new recruitment policy. The department is evaluating its Excise Inspector requirements due to introduction of self-clearance scheme for levy and collection of Central Excise duty and will be referred to FPSC only if a need is پوسٹ خالی پڑی ہیں تو پھر needs کی کیا ضرورت ہے۔

جناب چیئرمین: یہ لکھا ہوا ہے ناں کہ self scheme شروع کر دی ہے۔ اس کی روشنی میں دیکھا جائے گا کہ ضرورت ہے کہ نہیں۔ پھر وہ ہوں گی۔

جناب شہزاد گل: posts تو خالی پڑی ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ پوسٹ گیارہ سے پندرہ خالی ہیں۔

جناب چیئرمین: جی منسٹر صاحب۔

جناب سرتاج عزیز: جیسا کہ جواب سے ظاہر ہے vaccancies موجود ہیں پرانے سسٹم کے تحت۔ سسٹم کے تحت ہم نے ایکسائز انسپکٹر زیادہ تر فیکٹری سے withdraw کر لئے ہیں اور Self Assessment Scheme کے ذریعے، تو اس لئے اب review کر رہے ہیں کہ ہمیں مزید انسپکٹر لینے کی ضرورت ہے کہ نہیں تو review کے مطابق تو یہ پوسٹیں

abolish ہو جائیں گی۔ تو ہم ایسی صورت حال میں recruit نہیں کرنا چاہتے جب کہ وہ پوسٹیں abolish ہونے کا امکان ہے۔

جناب چیئرمین: سوال نمبر ۲۴ ڈاکٹر ریحان صاحب۔

24. ***Dr. Muhammad Rehan :** Will the Minister Incharge of the Prime Minister's Secretariat be pleased to state :

(a) the procedure for submitting applications to the complaint cell set-up in the Prime Minister's Secretariat; and

(b) whether any record of these complaints is maintained and action taken on each complaint is recorded?

Ch. Amir Hussain : (a) A complaint can personally submit his petition in the Complaint Cell or send it by post.

(b) The record of the complaints is mainted and action is taken against each complaint.

جناب چیئرمین: شہزاد گل صاحب۔

جناب شہزاد گل: وہاں پر تو کوئی جا ہی نہیں سکتا۔ یہ کہتے ہیں کہ جا سکتا ہے۔ اس کی ذرا وضاحت کر دیں۔

جناب چیئرمین: جی جناب منسٹر صاحب۔

چوہدری امیر حسین: جناب by post بھی درخواست بھیجی جا سکتی ہے اور personaly بھی جا کے درخواست دی جا سکتی ہے اور لوگ درخواست دے رہے ہیں۔ اس وقت تک تقریباً پونے پانچ ہزار درخواستیں آچکی ہیں۔ کچھ by post آئیں اور کچھ لوگوں نے personaly جا کے دیں۔

جناب شہزاد گل: نہیں شکایت سننے کے لئے وہ وہاں پر جائے اور اس کی شکایت سنی جائے۔ پوسٹ سے تو میں نے بھیج دی۔ جب میں آتا ہوں تو کوئی اندر جانے نہیں دیتا۔

جناب چیئرمین: وہ کہتے ہیں کہ personaly بھی آپ درخواست دیں گے ناں۔ سننے والی بات نہیں ہے۔

جناب شہزاد گل: نہیں میں نے پوسٹ سے بھیج دی اور آیا تو وہاں گیٹ پر مجھے کوئی اندر جانے نہیں دیتا۔

جناب چیئرمین: نہیں جب درخواستیں جاتی ہیں تو متعلقہ محکموں کو بھیج دی جاتی ہیں۔

چوہدری امیر حسین: وہ تو ایک محکمہ علیحدہ بنا ہوا ہے ناں جی۔

جناب چیئرمین: جی جناب فصیح اقبال صاحب۔

سید فصیح اقبال: میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ پرائم منسٹر سیکرٹریٹ یا پرائم منسٹر کا ادارہ جس طرح آپ کو علم ہے کہ قومی ادارہ ہے اور ملک کے چیف ایگزیکٹو ہونے کی حیثیت سے پاکستان کے تمام لوگوں کے کچھ نہ کچھ مسائل ہیں اور وہ ان کی greviences ہیں۔ دور دراز کے علاقوں کے لوگ بھی آتے ہیں۔ تو فرض یہ ہے کہ پرائم منسٹر سیکرٹریٹ میں جیسے complaint cell ہے ایک دو آدمی موجود ہوں جو کم از کم یہ تو شنوائی کر سکیں کیونکہ ایک ایک سال سے درخواستوں پر عمل نہیں ہوتا۔ وہاں پتہ یہ چلا ہے کہ پرائم منسٹر ہاؤس میں بھی لوگ ایک خاص قسم کے اپاہج وغیرہ لے آتے ہیں۔ وہ وہ لوگ نہیں ہوتے جو اصلی اپاہج ہوتے ہیں۔ ہوتے ہوں گے اصلی لیکن جو ان کے رابطے میں آ جائے لہٰذا اس کو ایک فل پروف سسٹم بنانا چاہیئے تاکہ جو بھی آدمی جس کے کوئی مسائل ہوں وہ ڈائریکٹ پرائم منسٹر ہاؤس کو refer کر سکے اور اس کا جواب اس کو ملے۔ ایسا کوئی سسٹم بنانا چاہیئے۔ یہ بڑی اچھی بات ہے کہ پرائم منسٹر ہاؤس میں ایک complaint cell ہے۔ لیکن وہ صرف procedural نہ ہو کیونکہ لوگ مکران سے آتے ہیں، ژوب سے آتے ہیں۔ وہ پھر درخواست دے کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کو ایک ایک سال جواب نہیں ملتا۔ اگر یہ کوئی ایسا سسٹم بنائیں اور میرا خیال ہے کہ کوئی ایسا سسٹم ہونا چاہیئے۔ جس طرح وفاقی محتسب کا ادارہ ہے کہ ہر کوئی آدمی وہاں personaly جا سکتا ہے۔ اس لئے میرے خیال میں وزیر موصوف ایسے سسٹم کو زیادہ کار آمد بنائیں جس کی لوگوں کو بڑی توقعات ہوتی ہیں ایک ایسے آفس سے جس سے وہ سمجھتے

ہیں کہ ہماری شنوائی جلدی ہو گی۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح لوگوں کو بڑی تکالیف ہوتی ہیں۔

جناب چیئرمین: جی منسٹر صاحب۔

چوہدری امیر حسین: جناب اصل میں یہ ضمنی سوال تو کم ہے تجویز اصل میں ہے۔ لیکن میں گزارش کرتا ہوں کہ وہاں آفیسر موجود ہیں۔ ایک جوائنٹ سیکرٹری ہیں جو کہ ہیڈ کرتے ہیں، ایک ڈپٹی سیکرٹری ہیں اور پانچ سیکشن آفیسرز ہیں جو کہ درخواستیں وصول کرتے ہیں۔ اس کا باقاعدہ سارا سسٹم کمپیوٹرائزڈ کیا ہے اور ہر complainant کی جب درخواست وصول ہوتی ہے تو اس کو intimation دی جاتی ہے کہ آپ کی درخواست وصول ہو گئی ہے۔ اس پر جو فیصلہ ہوتا ہے اور اگر concerned department کو بھیجنا ہے تو اس کو لکھا جاتا ہے کہ وہاں بھیج دی گئی ہے۔ اگر کئی ایسی چیزیں ہوتی ہیں جس پر کوئی ایکشن کیا ہے مثلاً کوئی آدمی کہتا ہے کہ مجھے financial امداد دی جائے۔ پلاٹ دیا جائے یا حج کرایا جائے تو اس کو intimate کیا جاتا ہے۔ تو یہ ایک بڑا فول پروف پروگرام ہے، کمپیوٹرائزڈ ہے اور اس کا باقاعدہ ریکارڈ رکھا جاتا ہے۔

سید فصیح اقبال: آپ مطمئن ہیں۔

جناب چیئرمین: مطمئن تو خیر نہ آپ ہیں نہ وہ ہیں۔ اگلا سوال جو نمبر ۲۵ میر عبدالجبار صاحب۔

25. ***Mir Abdul Jabbar :** Will the Minister for Finance and Economic Affairs be pleased to refer to Starred Question No. 52 replied on 20-7-1991 and state :

(a) the time by which the next census will be carried out indicating also the name of the organization which will carry out this job; and

(b) the measures taken by the Government to prevent bogus entries in the population census?

Mr. Sartaj Aziz : (a) No date/time for holding of census has yet been fixed. However it is planned before the end of 1992. The Population Census Organization an attached department of Statistics Division, Government of Pakistan, Islamabad will carry out the census in collaboration with the Provincial Governments.

(b) All possible measures will be taken to ensure accurate census. These include setting up supervisory tiers, preparation of maps of all rural and urban areas, training of field staff, spot verification by special vigilance teams.

میر عبدالجبار: جناب اس میں وزیر صاحب نے ارشاد فرمایا ہے That no date time for holding census has yet been fixed میرے خیال میں یہ ایک آئینی تقاضا ہے اور آئینی تقاضے کو پورا کرنے کے لئے مردم شماری کا ہونا بہت لازمی اور ضروری ہے صرف یہ کہہ دینا کہ However it is planned before the end of 1992 کافی نہیں ہے۔ اور نہ ہی موزوں جواب ہے کافی عرصہ ہو گیا ہے ۱۹۸۱ء کے بعد اب تک مردم شماری نہیں ہوئی اور کسی بھی ملک کے لئے کسی بھی ملک کی فلاح کے لئے کسی ملک کی ترقی کے لئے مردم شماری کا کرایا جانا لازمی ہے اور یہ آئینی تقاضا ہے آئینی ضرورت ہے لہٰذا جتنی جلدی ہو سکے اس پر عمل کیا جائے اور مردم شماری کرا کر آئینی تقاضا پورا کیا جائے۔

جناب سرتاج عزیز : جناب چیئرمین، ممبر صاحب سے مجھے پورا اتفاق ہے حکومت کو بھی یہ احساس ہے کہ ایک بہت اہم مرحلہ ہے جو ہمیں ضرور پورا کرنا چاہئیے کیوں کہ آبادی کی مردم شماری مختلف ترقی اور منصوبہ بندی کے لئے بہت مفید معلومات مہیا کرتی ہے لیکن کچھ مشکلات کی وجہ سے یہ جو مقررہ وقت تھا ۱۹۹۱ء کا اس میں نہیں ہو سکا اس کے بعد ہم نے مارچ ۱۹۹۲ء میں تجویز کیا تھا لیکن صوبائی حکومتوں کو امتحانات کی وجہ سے اس پر اعتراض تھا اب نئی تاریخیں اکتوبر اور نومبر کے درمیان صوبائی حکومتوں کو refer کر دی گئی ہیں اور مجھے امید ہے کہ بہت جلد تاریخوں کا تعین ہو جائے گا۔ جو ابتدائی کارروائی ہے وہ ہم نے تیاری کر لی ہے اور وہ تاریخیں جب صوبائی حکومتوں سے clear ہو جائیں گی کیوں کہ

اس میں زیادہ تر صوبائی حکومتوں کا عملہ ہی شامل ہوتا ہے۔ اساتذہ اور دوسرے لوگ تو اس لئے مجھے پوری امید ہے کہ انشاءاللہ ۱۹۹۲ء سے پہلے ہم یہ مردم شماری مکمل کر لیں گے۔

جناب اعجاز علی خان جتوئی: جناب چیئرمین اس میں وزیر موصوف یہ بتائیں کہ اس کا پہلا مرحلہ تو مکمل ہو چکا تھا اس کے بعد یہ ہوا کہ اس مردم شماری کو روکا گیا دوسرے مرحلے کو جان بوجھ کر روکا گیا ہے کیوں کہ سندھ میں مردم شماری کی جو صورتحال تھی وہ ان کو قبول نہیں ہے یہاں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ پنجاب کو پہلی مرتبہ اپنی مردم شماری جو ان کی اصلی تعداد ہے وہ آئی ہے اور باقی صوبے اس کے برابر آ گئے تھے تو عام طور پر ہمارے یہ خدشات ہیں کہ چونکہ مردم شماری کی اس طرح کی صورتحال ہے اس لئے حکومت مردم شماری کرانے کے لئے مخلص نہیں ہے تو کیا محترم وزیر صاحب فرمائیں گے کہ وہ مردم شماری کیوں معطل کی گئی۔ اس کے دوسرے مرحلے کو کیوں ملتوی کیا گیا۔ اس وقت تو کوئی امتحانات نہیں تھے۔ اس وقت کوئی اس طرح کی بات نہیں تھی کہ پرائمری کے اساتذہ میسر نہ ہوں۔ اب یہ بتا رہے ہے کہ صوبائی حکومتوں نے کہا تھا، سندھ کی صوبائی حکومت نے کب کہا تھا کہ ہم یہ نہیں کر سکتے۔

جناب سرتاج عزیز: اس میں جی جو پہلا مرحلہ تھا وہ صرف مکان شماری کا تھا یہ اس مرتبہ پہلی مرتبہ کیا گیا کہ ایک house counts جو ہے وہ big counts سے pro-ceed کرے یعنی وہ اس سے پہلے ہو تو اس میں جو count آیا اس کے result بہت زیادہ exaggregated تھے یہ جو ان کے سوال میں implied ہے کہ reality سامنے آئی یہ میرا خیال ہے درست نہیں ہے۔ اس میں اتنی زیادہ increase کسی علاقے کی population میں اس دس سال کے دوران میں نہیں ہو سکتی اس میں definite exaggregated تھی اور ہمارے جو supervisory mechanism تھے وہ adequate نہیں تھے کہ اس کو۔ اور وہ اگر ہم اسی بنیاد پر دوسرا مرحلہ شروع کرتے تو result جو ہیں وہ بہت started اور صحیح نہ آتے اب ہم نے اس کے مطابق جو نظام کیا ہے ان result کو چیک کرنے کا supervise کرنے کا

وہ زیادہ صحیح ہیں اور میرا خیال ہے کہ اس مرتبہ ہم صحیح census کر سکیں گے کیوں کہ ہم یہ نہیں چاہتے ہمارے ہاں مردم شماری غلط ہو، کیوں کہ مردم شماری کے مطابق وسائل تقسیم ہوتے ہیں۔ مردم شماری کے مطابق اسمبلی کی نشستیں ہوتی ہیں اور مختلف communities جو ہیں یا دوسرے لوگ ہیں وہ چاہیں کہ اس طریقے سے ہم اپنی یا سیٹیں بڑھوالیں یا اپنے resources بڑھوالیں تو ہم لبنان بن جائیں گے جہاں ۴۰ سال سے کبھی مردم شماری ہوئی ہی نہیں ہے تو We are going to make sure that we get the correct census in all the provinces.

جناب اعجاز علی جتوئی: جناب ہم یہ نہیں کہتے کہ آپ لبنان بنیں لیکن بات یہ ہے جو شکوک ہیں وہ میں آپ کو عرض کرتا ہوں کہ سیدھی بات یہ ہے کہ منسٹر صاحب یہ بتائیں کہ انہوں نے پھر اپنی حکومت جو اسوقت ان کی حکومت تھی ان کے اوپر اعتماد نہیں تھا کیا کوئی اور ایجنسی لائیں گے جو census carry out کرے گی کیوں کہ اسی census report میں منسٹر صاحب کے علم میں یہ بات ہو گی کہ سندھ کی جو عورتوں کی آبادی ہے وہ بڑھی ہے وہ اس لئے بڑھی ہے کہ سندھ کی عورتوں کا پہلے، پہلی مرتبہ مردم شماری میں ان کو شمار کیا گیا ہے اور وہ پہلے جس طرح کی سوسائٹی تھی وہاں پر پہلے عورتوں کا اندارج نہیں ہوتا تھا، اس مرتبہ rural نے اس threat کو محسوس کرتے ہوئے کہ ہماری آبادی کو decrease کیا جارہا ہے ہمیں minority بنایا جارہا ہے سب organizations نے مل کر وہاں پر یہ یقین کیا کہ یہ خواتین مردم شماری میں شمار ہوں اس لئے rural population کی سندھ کی جو عورتیں ہیں وہ شمار ہو کر آئی ہیں تو ان کا domegraphic situation change ہوئی ہے اب یہ پنجاب والوں کو پریشانی ہو گئی ہے۔

حاجی ملک فرید اللہ خان: جناب والا! فاٹا کے متعلق میری گزارش یہ ہے کہ ۱۹۴۷ء میں جب پاکستان بنا تو ہماری آبادی تیس لاکھ تھی ۱۹۷۱ء کی مردم شماری میں یہ کم ہو کر ۲۶ لاکھ ہو گئی ۱۹۸۱ء کی مردم شماری میں یہ چار لاکھ مزید کم ہو کر ۲۲ لاکھ ہو گئی تو مجھے یہ اندیشہ ہے کہ جب دوسری مردم شماری ہو گی تو شاید ہم ۱۵ لاکھ ہو جائیں گے اور ہمارے علاقے

میں کبھی مردم شماری ہوئی ہی نہیں پشاور سیکرٹریٹ میں یوں کرتے ہیں کہ جیسے کہا جائے کہ جنوبی وزیرستان کی ۲ لاکھ تو ۱۹۸۱ء میں کوئی دوسرا ڈپٹی سیکرٹری آجاتا ہے تو وہ پھر کہہ دیتا ہے کہ ۲ لاکھ کی بجائے ڈیڑھ لاکھ جبکہ میں وثوق سے کہتا ہوں کہ قبائلی علاقے کی آبادی اس لئے بڑھی ہے کہ ہمیں مردوں کی ضرورت ہے ایک آدمی چار چار شادیاں کرتا ہے اور یہی حالت حاجی گل شیر صاحب کی ہے وہ چار شادیاں کر چکے ہیں۔

جناب چیئرمین: اچھا، پھر میرے خیال میں اگلی مردم شماری میں آبادی بڑھ جائے گی۔

حاجی ملک فرید اللہ خان: ہم تو یہ یقین دہانی چاہتے ہیں کہ جس طرح ہر دس سال کے بعد ہماری آبادی گھٹ رہی ہے تو ہمیں تو یہ اندیشہ ہے کہ اگلے بیس سالوں میں فاٹا لسٹ سے ختم ہو جائے گا کہ فاٹا میں کوئی رہتا ہی نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: نہیں انشااللہ حاجی گل شیر صاحب جیسے آدمی رہے تو بڑھ جائے گی۔

جناب سرتاج عزیز: جناب سوال تو کوئی تھا نہیں میں ان سے یہی گزارش کر سکتا ہوں کہ اگر ان کا تعاون حاصل ہو تو انشااللہ ہم صحیح مردم شماری کریں گے۔

جناب محمد طارق چوہدری: جناب یہ مردم شماری کروانا کیا آئینی ذمہ داری ہے اور اگر یہ آئینی ذمہ داری ہے تو یہ کب ہونا تھی۔

جناب چیئرمین: ۱۹۹۱ء میں۔

جناب محمد طارق چوہدری: نہیں جی منسٹر صاحب سے مجھے جواب چاہیئے۔

جناب سرتاج عزیز: آئین میں کوئی direct ذمہ داری تو نہیں ہے indirectly ہے کہ جو حلقہ انتخاب ہیں یا وہ ہیں In relation to last census تو وہ by implication ہے لیکن یہ حکومت کی پالیسی ہے کہ ہر دس سال کے بعد کرائی جائے اور پچھلی ۱۹۷۱ء میں جب بنگلہ دیش کا بحران ہوا تھا اس سال نہیں ہوا اور ۱۹۷۲ء میں ہوا بجائے ۱۹۷۱ء کے۔

جناب چیئرمین: ہمارا آخر ۱۹۸۱ء میں ہوا ہے۔

جناب سرتاج عزیز: ہمارا آخری ۱۹۸۱ء میں ہوا ہے۔

میر عبدالجبار: جناب اسی چیز کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ مردم شماری کی جاتی ہے کہ کسی بھی ملک کی صحیح آبادی سامنے آئے اور یہ خدشات جو اس وقت اراکین نے ظاہر کئے ہیں یا وزیر صاحب فرمارہے ہیں ان کو ختم کرنے کے لئے ہی مردم شماری کی جاتی ہے پچھلے سال اسی حکومت پاکستان نے ایک احسن اقدام بھی کیا تھا وہ تھا "مکان شماری" "مکان شماری" کا کام شروع ضرور ہوا تھا مگر معلوم نہیں کن وجوہ کی بنا پر اس کو چھوڑ دیا گیا "مکان شماری" اور "مردم شماری" کا کام اگر دونوں ساتھ ساتھ چلیں تو میں سمجھتا ہوں اس ملک میں آبادی کے صحیح اعداد و شمار کا پتہ لگ سکتا ہے میں وزیر موصوف سے پوچھوں گا کہ وہ مکان شماری کا جو کام شروع کیا گیا تھا وہ کس لئے آپ نے چھوڑ دیا یا موخر کر دیا گیا؟

جناب سرتاج عزیز: وہ مکان شماری کا کام ختم نہیں ہوا وہ جو کام جن منتخب ضلعوں میں تھا وہ تو مکمل ہو گیا تھا۔ اسی میں جو count آیا وہ highly exaggerated تھا۔ وہ صحیح نہیں تھا۔ اسی لئے یہ فیصلہ کیا گیا کہ جب تک سسٹم کو زیادہ improve نہ کیا جائے۔ آگے نہیں بڑھ سکتا وہ ایک complete house census جو ہے ایک قسم کا test check تھا اور ایک دفعہ پھر بھی ہم نے اس کو ان ضلعوں میں دوہرایا ہے before the count اور وہ schedule کے مطابق انشاءاللہ ہو گا۔

قاضی حسین احمد: جناب چیئرمین! یہاں پہلے بھی مردم شماری پر ایک دفعہ بحث ہوئی ہے اس میں کچھ لوگ ذرا ناراض بھی ہو گئے تھے کچھ گرما گرمی بھی ہو گئی تھی لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ یہ ایک بڑا gravel اور serious situation ہے سندھ کے اندر بھی دو طبقوں سندھی مہاجروں کے اندر مقابلہ ہے ایک دوسرے کے ساتھ آبادی بڑھانے کے سلسلے میں۔ اسی طرح بلوچستان میں پختون بلوچ کا مقابلہ ہے آبادی بڑھانے کا اور تمام وسائل مردم شماری کا لحاظ سے ملک کے اندر تقسیم ہونے ہیں۔ یہ بھی ہماری ایک ضرورت ہے کہ وسائل آبادی کی بنیاد پر تقسیم ہوں اس لئے یہ ایک بہت بڑا serious problem ہے اور یہ خطرناک طریقے سے اٹھے گا، اس لئے بجائے اس کے کہ اس کو موخر کیا جائے اس

کو ابھی سے tackle کرنے کی ضرورت ہے اور اوپر کی سطح پر آپ اگر سینٹ کے اندر بحث کرنا چاہتے ہیں۔ میرا خیال ہے اب بحث کی ضرورت نہیں ہے لیکن حکومت کو اس طرف توجہ دینی چاہیئے ورنہ یہ بڑے خطرناک طریقے سے اٹھے گا اور قومی یکجہتی کو خطرہ ہے۔

Syed Abdullah Shah : Sir the honourable Minister said that the figures of house count were exaggerated. Has he held any enquiry against those officers who gave them wrong figures, and, if yes, what was result of enquiry and if they have not held enquiry, why not?

جناب چیئرمین: جی جناب منسٹر فنانس۔

جناب سرتاج عزیز: Sir, we have held an enquiry. اس کے لئے وہ further تفصیلات مانگیں گے تو ہم بنادیں گے۔

جناب چیئرمین: اگلا سوال ۲۶ سید فصیح اقبال صاحب۔

26. ***Syed Faseih Iqbal :** Will the Minister for Finance and Economic Affairs be pleased to state whether it is a fact that Pakistan Banking Council will be dissolved after denationalization of Banks and DFI's?

Mr. Sartaj Aziz : No final decision has yet been made about the future of Pakistan Banking Council after privatization of nationalised commercial banks. A committee has, however, been set up to examine the subject.

Mr. Chairman : Supplementary.

سید فصیح اقبال: میں منسٹر صاحب کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں کہ ۱۹۴ کے تحت پرسوں بنکنگ کونسل کے اوپر ایک مسئلہ زیر بحث آیا تھا۔ اس پر میں نے debate شروع کرا دیا۔ چونکہ آپ تشریف نہیں رکھتے تھے اس میں یہ ہے کہ اب تمام بنک privatize ہو گئے ہیں صرف دورہ گئے ہیں۔ یو بی ایل کے لئے بھی سنا ہے فیصلہ ہو چکا ہے۔ حبیب بنک

ہے۔ تو اب پاکستان بنکنگ کونسل کی کوئی ضرورت ہے۔ کیونکہ اس میں اتنی بڑی تعداد اور اتنا عملہ ہے فنانس پوائنٹ ویو سے جب سٹیٹ بنک موجود ہے اور اس کو آپ نے اتنا strengthen کیا تو اس کی اب ضرورت رہ گئی ہے یا نہیں۔

جناب سر تاج عزیز: جناب چیئرمین! جیسا کہ جواب میں کہا گیا ہے ہم نے اسی لئے تو ایک کمیٹی بنائی ہے کہ اس کے مستقبل کے بارے میں فیصلہ کرے۔ کیونکہ ان کے بعض functions ہیں جس کو کچھ نہ کچھ continue کرنے کی ضرورت ہے مثلاً بنکوں کو ہم جو ٹریننگ دیتے ہیں اس کا انتظام آیا کوئی ٹریننگ انسٹیوٹ بنائیں جس سے کچھ سٹاف جو ہے وہاں ٹرانسفر کیا جاسکتا ہے۔ تو کمیٹی کی جب رپورٹ آئے گی تو اس کے مطابق یہ فیصلہ کر دیا جائے گا۔

سید اشتیاق اظہر: آپ کو یاد ہو گا کہ اسی سینٹ کے پچھلے اجلاس میں بنکنگ کے اوپر discussion ہوا تھا اور جناب سر تاج عزیز نے یقین دہانی کرائی تھی کہ یہ فیصلہ ہو گیا ہے کہ بنکنگ کونسل ختم ہو جائے گی اس یقین دہانی کو بھی چھ مہینے ہو گئے ہیں لیکن اب تک یہ ختم نہیں کی گئی اس کی کیا وجہ ہے؟

جناب سر تاج عزیز: اس لئے کہ پانچ میں سے تین بنک privatize ہوئے ہیں۔ دو ہیں ان کا کام کسی حد تک چل رہا ہے اور جو کمیٹی ہے اس نے اس کے phase winding up کی recommendation کی ہے جس پر بتدریج عمل ہو گا۔

سید فصیح اقبال: یہ بڑا مستحسن اعلان ہے۔ جو انہوں نے کمیٹی مقرر کی ہے لیکن کمیٹی کے ممبران کیا وہی لوگ ہیں جو خود ہی اپنا فیصلہ کریں گے اگر پرائیویٹ سیکٹر سے کوئی consultants ہوں تاکہ overal بنکنگ کونسل کی جو performance ہوئی ہے اس کا پورا جائزہ لے کر کریں جب وہ لوگ خود ہوں گے تو اس کے لئے وہ کوئی نہ کوئی کوشش تو کریں گے جبکہ اسی قسم کا بنکنگ کمیشن بھی قائم ہو چکا ہے۔

جناب سرتاج عزیز: سیکرٹری جنرل، فنانس اس کمیٹی کے چیئرمین ہیں۔ فنانس سیکرٹری ہیں۔ گورنر سٹیٹ بنک ہیں، پریذیڈنٹ نیشنل بنک، پریذیڈنٹ الائیڈ بنک اور چیئرمین بنکنگ کونسل اس کے ممبران ہیں۔ اس لئے یہ سمجھنا کہ یہ کمیٹی صحیح فیصلہ نہیں کر سکتی بنکنگ کونسل کی ضرورت ہے یا نہیں ہے یہ مناسب نہیں ہے اور بنکنگ سروسز کمیشن کا فنکشن بنکنگ کونسل سے بالکل الگ ہے وہ Direct recruitment to posts in Grade 16 and above. تو اس کو confuse نہیں کیا جا سکتا۔

جناب چیئرمین: Next question No 27.

جناب چیئرمین: ضمنی سوال۔

جناب چیئرمین: بہت ہو گئے ہیں پانچ سے زیادہ۔

پروفیسر خورشید احمد: جتنے نام وزیر خزانہ نے دیئے ہیں وہ تو دراصل اس اصول کے بھی خلاف ہیں کہ آپ بنکنگ کونسل کے مستقبل کو طے کر رہے ہیں اور آپ بنکنگ کونسل ہی کے افراد کو اس میں رکھ رہے ہیں۔ مناسب یہی تھا کہ منسٹری آف فنانس کے علاوہ آپ کچھ professionals کو رکھتے تاکہ وہ independent evaluation کر کے اس بارے میں کوئی چیز طے کرتے۔ منسٹری آف فنانس اور سٹیٹ بنک کی حد تک ٹھیک ہے لیکن اس کے آگے نام رکھنا یہ صحیح نہیں ہے۔

جناب سرتاج عزیز: دیکھیں جی، اس میں دو بنک جو ان کو coordinate کرتے ہیں وہ موجود ہیں۔ انہیں پتہ ہے کہ بنکنگ کونسل نے ہمیں کیا supervise کیا ہے کس طریقے سے کیا۔ بنکنگ کونسل کا چیئرمین وہاں موجود نہیں ہو گا تو جواب کون دے گا کہ یہ کام ٹھیک ہوا ہے، ٹھیک نہیں ہوا۔ چھ ممبروں میں ایک چیئرمین ہے تو He can't influence the decision of the Committee.....

Mr. Chairman : Next question. This the last question.

27. ***Syed Faseih Iqbal :** Will the Minister for Finance and Economic Affairs be pleased to state the names of Officers of the

rank of Vice-President and above belonging to Habib Bank and United Bank whose orders of compulsory retirement were made during the year 1991, with reasons if any?

Mr. Sartaj Aziz : No officer of the rank of Vice-President and above in United Bank Limited and Habib Bank Limited was sent on compulsory retirement during the year 1991.

جناب چیئرمین: سپلیمنٹری۔

سید فصیح اقبال: یہ جواب آیا ہے، اس میں بتایا گیا ہے کہ اب تک کوئی نہیں ہوا، جبکہ حکومت نئی آئی تھی تو اس نے کافی financial irregularities اور bunglings کا اعلان کیا تھا۔ تمام بنکوں میں بہت گڑبڑ ہوئی ہے۔ بڑی خرد برد ہوئی ہے اور پچھلی حکومت میں پرائم منسٹر سیکرٹریٹ میں ایک اکنامک سیل تھا اور اس نے بڑی گڑبڑ کی اور اس میں تمام بنک ملوث ہیں۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ چیزیں صرف اخباری بیانات ہیں ان لوگوں کے خلاف کوئی ایکشن نہیں لیا گیا اور اس میں پریذیڈنٹ کی طرف references دائر کئے گئے۔ اسی banking loan کے سلسلے میں فراڈ کے سلسلے میں تو میں وزیر موصوف سے پوچھنا چاہتا ہوں اگر کوئی کارروائی نہیں ہوئی تو اس کا مطلب ہے کہ وہاں کوئی اس قسم کے cases ثابت نہیں ہو سکے۔

جناب چیئرمین: سوالات کا ٹائم ختم ہوتا ہے۔

سید فصیح اقبال: ایک رہ گیا ناں جی۔

جناب چیئرمین: نہیں ٹائم ختم ہو گیا۔ دیکھیں یہی ہوتا ہے جب آپ لوگ زیادہ سوالات کرتے ہیں پھر آپ کہتے ہیں کہ جوابات بھی پڑھے جائیں، پھر آپ کہتے ہیں کہ ٹائم بھی ختم نہ ہو۔

سید فصیح اقبال: یہ بھی اسی سے متعلق ہے۔ بنکنگ کونسل کا۔

جناب چیئرمین: Sorry Faseih Sahib you must understand the importance sorry of time. Sorry, please sit down. Time is over, time is over, time is over.

سید فصیح اقبال: سر یہ بنکنگ کونسل کے بارے میں ہے۔

جناب چیئرمین: Time over ہو گیا ہے۔ اس لئے میں بار بار کہتا ہوں اگر discipline ہو تو سب کا فائدہ ہے۔

سید فصیح اقبال: آپ کر لیں ناں آپ enforce کریں۔

جناب چیئرمین: enforce کر رہے ہیں enforce کرنے دیں۔

جناب شہزاد گل: پوائنٹ آف آرڈر، میری یہ گزارش ہے کہ یہ مناسب نہیں ہے کہ آپ بحیثیت چیئرمین ہر ایک کو تقریر کرنے کی اجازت دے دیتے ہیں بہت اہم سوالات رہ جاتے ہیں یہ جناب والا آپ کنٹرول کرتے ہیں، یہ آپ کی ذمہ داری ہے، آپ بشمار سوالات کرنے کی اجازت دے دیتے ہیں پھر ہر ایک اس پر تقریر کرتا ہے۔

جناب چیئرمین: بات یہ ہے کہ صحیح طریقے سے چلانے کے لئے مجھے آپ سب کے تعاون کی ضرورت ہے۔

جناب شہزاد گل: ہم تو تعاون کرتے ہیں۔

جناب چیئرمین: سب کریں، اس کا مطلب یہ ہے کہ وقت کی پابندی کا خیال رکھیں supplementaries زیادہ نہ پوچھیں، یہ نہ insist کریں کہ جواب بھی پڑھیں۔ بہر حال میں کوشش کروں گا آپ تعاون کریں گے تو کام بنے گا۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: Sorry فصیح صاحب۔ آپ زیادہ ٹائم لیتے ہیں آپ لمبے سوالات کرتے ہیں Rules کے مطابق تین supplementaries allow ہوتے ہیں اور آپ کا ایک ایک سوال پانچ پانچ منٹ کا ہوتا ہے آپ لوگ تعاون کریں تو انشاءاللہ بہتر کارروائی ہو گی۔ میں کروں گا۔ آپ مجھ سے تعاون کریں تو میں پھر سختی بھی کروں گا۔ شکریہ۔

†28. ***Syed Faseih Iqbal :** Will the Minister for Finance and Economic Affairs be pleased to state :

†The Question Hour being over, the remaining questions and Answers were placed on the Table of the House and were taken as read.

(a) the names of Chairmen and other members of the Pakistan Banking Council since 1985; and

(b) the criteria for their selection?

Mr. Sartaj Aziz : (a) The information is annexed.

(b) The Chairman, Pakistan Banking Council is appointed by the Government from among the senior most Members of the Council or Presidents of one of the nationalised commercial banks holding the rank of M-I. Members, Pakistan Banking Council may be appointed from amongst the following:

(i) Presidents of Nationalised Commercial Banks.

(ii) Senior Most Executives of the nationalised commercial banks.

(iii) Senior Executive Directors of State Bank of Pakistan.

Annexure

LIST OF CHAIRMAN AND MEMBERS PAKISTAN BANKING COUNCIL SINCE 1985

At present the Pakistan Banking Council consists of the following:-

Name	Period
1. Mr. Mohammad Zaki, Chairman.	From 15-11-1990 to-date.
2. Mr. Tahir Ali Tayebi, Member	From 29-8-1990 to date.
3. Ch. Sajjad Ali, Member.	From 31-3-1991 to-date.
4. Mr. Safdar Abbas Zaidi, Member (presently under suspension).	From 8-8-1990 to-date.
5. Mr. M. Saleem Malik, Member. (presently under suspension).	From 27-8-1990 to-date.

Besides the following executives have held the position of Chairman and Member, Pakistan Banking Council since 1985 as indicated against their names:-

CHAIRMAN

Name	Period
1. Mr. M. R. Khan.	From 21-8-1980 to 9-6-1988
2. Mr. Tajammal Hussain.	From 10-6-1988 to 20-12-1988
3. Mr. Kassim Parekh.	From 20-12-1988 to 26-11-1989
4. Mr. A. A. Sakrani.	From 27-11-1989 to 13-3-1990 and From 13-3-1990 to 30-8-1990
5. Mr. Kassim Parekh.	From 1-9-1990 to 15-11-1990

MEMBERS

1. Mr. Altaf Ahmad.	From 4-6-1978 to 12-6-1985
2. Mr. S. S. Hamid.	From 4-3-1982 to 18-1-1986
3. Mr. S. M. Abdullah.	From 13-11-1984 to 16-12-1985
4. Mr. Masood Akhtar.	From 13-11-1984 to 15-4-1989
5. Mr. A. A. Sakrani.	From 7-12-1985 to 26-11-1989
6. Mr. Mohammad Zaki.	From 14-1-1989 to 14-11-1990
7. Mr. D. M. Qureshi.	From 18-10-1989 to 24-12-1990
8. Mr. Muhammad Ahsan.	From 30-10-1989 to 24-12-1989
9. Mr. Inam Elahi.	From 1-9-1990 to 19-9-1990

29. ***Mr. Shahzad Gul :** Will the Minister for Finance and Economic Affairs be pleased to state :

(a) whether it is a fact that the House Building Finance Corporation under the old scheme, is recovering/demanding compound interest alongwith the instalments of principle amount; and

(b) whether there is any proposal under consideration of the Government to eliminate interest on advances given by HBFC?

Mr. Sartaj Aziz : (a) Yes.

(b) In 1979, interest was totally abolished and the HBFC Act was amended to implement the profit-sharing scheme with a

non-interest base. However, all contracts entered into prior to 1-7-1979 are protected and all commitments entered into under these contracts are to be honoured. There is no new proposal under consideration at present.

30. ***Mr. Shahzad Gul :** Will the Minister for Finance and Economic Affairs be pleased to state whether it is a fact that while reducing oil prices by 11% the Finance Minister had assured similar reduction in transport fares; if so, the action taken by the Government to reduce transport fares?

Mr. Sartaj Aziz : No. The Federal Government does not fix transport fares. The Federal Petroleum Minister had expressed the hope that there will be some relief in fares.

31. ***Mr. Shahzad Gul :** Will the Minister for Finance and Economic Affairs be pleased to state :

(a) whether it is a fact that the Central Excise Duty is levied/recovered on the actual production of cigarettes producing units if so; and

(b) the rates of excise duty and procedure for its levy and recovery?

Mr. Sartaj Aziz : (a) Central excise duty is levied on cigarettes produced/manufactured in Pakistan and is collected when these are cleared for home consumption from the manufacturing premises.

"(b) Cigarettes, the retail price of which is legibly, prominently and indelibly printed on each packet and where such retail price-

(i)	does not exceed one rupee and eighty paisa per ten cigarettes.	Ninety paisa per 10 cigarettes.
(ii)	exceeds one rupee and eighty paisa but does not exceed three rupees and fifty paisa per ten cigarettes.	Ninety paisa plus 72% of the retail price exceeding one rupee and eighty paisa per 10 cigarettes.

(iii)	exceeds three rupees and fifty paisa per ten cigarettes.	Two rupees and twelve paisa plus 73% of the retail price exceeding three rupees and fifty paisa per 10 cigarettes.

Provided that this exemption shall not be available to a manufacturer of cigarettes who-

(a) remains engaged on and after the 1st June, 1992, either directly or through any other arrangement, in manufacturing of any brands of cigarettes ever manufactured or marketed in Pakistan, outside the areas to which this Act has been applied and brings such cigarettes for consumption to the said areas; and

(b) reduces the retail prices of the brands of cigarettes, whether in production or not, prevailing on the first day of May, 1992, in excess of 10% of the said retail price.";

Central excise duty is being collected under the self-clearance procedure, under which the manufacturers themselves clear excisable goods on payment of excise duty after preparation of prescribed excise documents such as Clearance Memorandum and gate pass.

32. ***Raja Muhammad Afzal Khan :*** Will the Minister Incharge of the Cabinet Division be pleased to state :

(a) the total number of model villages established in Federal Capital Areas; and

(b) whether there is any proposal under consideration of the Government to establish more model villages in ICA?

Ch. Amir Hussain: (a) Eight.

(b) Yes.

33. ***Raja Muhammad Afzal Khan :*** Will the Minister Incharge of the Cabinet Division be pleased to state :

(a) the rate of compensation payable to the owner of the lands after acquisition of the lands by CDA;

(b) the size of the plot normally allotted by CDA to such an affectee; and

(c) whether the plot is allotted to an affectee in the same sector or elsewhere?

Ch. Amir Hussain : (a) The compensation for acquired land in Islamabad is determined according to 'CDA Ordinance 1960 on the basis of the average price of land prevailing during 1954-58 to which indexation is added in accordance with various decisions of the Commissioner, CDA. To the final amount another 40% of the value of acquired land is added.

In addition to rehabilitation facilities (which is also a kind of compensation) are provided to the affectees in the form of allotment of Agricultural land in Colony Districts and Residential plots in Islamabad in lieu of built up property.

Built up property is also duly compensated in cash provided it is not illegal or an encroachment.

(b) Plots of following sizes are allotted to the affectees:

(i) 25' x 40'	(ii) 25' x 50'
(iii) 25' x 60'	(iv) 30' x 70'

(c) As a normal practice affectees of Sectoral Areas are allotted plots in Sectors of I Series while affectees of other than Sectoral Area are allotted plots in Model Villages and Sub-Urban Centres as per their entitlement.

34. ***Raja Muhammad Afzal Khan :** Will the Minister for Commerce be pleased to state :

(a) the number of cotton bales planned to be exported by the Government during this year;

(b) names of the countries, contacted for this purpose; and

(c) whether it is a fact that most of the cotton bales are exported to U.S.A.?

Malik Naeem Khan : (a) The Government has fixed an export sales target of 3.0 million bales with a shipment target of 2.5 million bales during 1991-92.

(b) Following countries were contacted for sale of cotton:

Bangladesh, China, Germany, Hong Kong, India, Indonesia, Italy, Japan, Malaysia, Nepal, Philippines, Portugal, Romania, Singapore, Spain, Sri Lanka, South Korea, Taiwan, Thailand.

(c) Pakistan has never exported staple cotton to USA. Only small quantity of Desi cotton (less than 1,000 bales) was exported to USa in previous year.

35. ***Mir Abdul Jabbar :** Will the Minister for Commerce be pleased to state the total production of cotton and the number of cotton bales proposed to be purchased during the current financial year by the Cotton Export Corporation?

Malik Naeem Khan : On the basis of data on arrival at ginneries the production is 12.728 million bales. CEC thus for has purchased 2.85 million bales.

36. ***Mir Abdul Jabbar :** Will the Minister for Finance and Economic Affairs be pleased to state :

(a) number and names of banks functioning in the private sector; and

(b) number of banks proposed to be set up in the private sector during the current financial year?

Mr. Sartaj Aziz : List of Banks permitted to function in the private sector is annexed. The Government does not have a plan to set up a specific number of banks in a year. However, requests for such banks are considered as and when received.

Annexure

I. PRIVATIZED BANKS

S. No.	Name of the Bank	Headquarters
1.	Allied Bank of Pakistan Limited (26% shares and management privatised).	Karachi
2.	Muslim Commercial Bank Limited (51% shares and management privatised)	Karachi

II. NEW COMMERCIAL BANKS

1.	Union Bank Limited	Faisalabad
2.	Bolan Bank Limited	Quetta
3.	Askari Commercial Bank Limited	Rawalpindi
4.	Republic Bank Limited	Karachi
5.	Capital Bank Limited	Islamabad
6.	Indus Bank Limited	Peshawar
7.	Mehran Bank Limited	Karachi
8.	Soneri Bank Limited	Lahore
9.	Prime Commercial Bank Limited	Lahore
10.	Bank Commerce Al-Habib Limited	Multan
11.	Metropolitan Bank Limited	Karachi

III. INVESTMENT BANKS

1.	Atlas BOT Investment Bank Limited	Lahore
2.	Crescent Investment Bank Limited	Lahore
3.	Prudential Investment Bank	Quetta
4.	Security Investment Bank Limited	Islamabad
5.	First International Investment Bank	Lahore
6.	Islamic Investment Bank Limited	Peshawar
7.	Al-Towfeek Investment	Lahore
8.	Al-Faisal Investment Bank	Islamabad

37. ***Syed Ishtiaq Azhar :** Will the Minister for Finance and Economic Affairs be pleased to state whether it is a fact that as a policy a son of a deceased employee of any Nationalized Bank is given employment in the province of Punjab only; if so its reasons?

Mr. Sartaj Aziz : The children of deceased employees are given preference by the Nationalised Commercial Banks for recruitment, provided they meet the prescribed qualifications for the post. This arrangement is not confined to any particular province or area.

38. ***Syed Ishtiaq Azhar :** Will the Minister for Finance and Economic Affairs be pleased to state the steps taken by the Government to recover the money of the depositors from the owners of private Investment Companies?

Mr. Sartaj Aziz : The default on part of the so-called investment finance companies is basically a civil liability to be settled by the civil courts. The State Bank has separately initiated action to liquidate the liabilities of such companies with reference to alleged illegal banking done by them. As a result of the liquidation of these companies, claims of investors will be settled by the liiquidators working under the superintendence of the High Court.

39. ***Prof. Khurshid Ahmad :** Will the Minister Incharge of the Cabinet Division be pleased to state :

(a) whether it is a fact that a large scale illegal encroachment has been done in Margalla Hill National Park area, if so, its details; and

(b) whether it is also a fact that the CDA has offered compensation to the people involved in illegal encroachments in Bani Gala; if so its reasons?

Ch. Amir Hussain : (a) Yes. There are a number of illegal urbanisation activities, such as construction of Houses, Poultry Farms/Shops etc. in the Margalla Hills National Park. The CDA has taken cognizance of the situation and action has been initiated to acquire the area especially around the Rawal Lake. Since, CDA does not have any direct authority to stop or demolish un-authorised construction, an amendment in the Pakistan Capital Regulation, 1960 has been proposed which is under consideration in the National Assembly. This would help the CDA in controlling un-authorised construction in the National Park.

(b) No.

40. ***Prof. Khurshid Ahmad :** Will the Minister for Finance and Economic Affairs Incharge of be pleased to state :

(a) the date from which the Secretariat Allowance of 20% of basic pay was allowed to the government servants working in the Federal Secretariat; and

(b) whether it is a fact that the government servants who joined the service in the Federal Secretariat after 11-12-1989 are not entitled to this allowance, if so, the reasons for this discrimination?

Mr. Sartaj Aziz : (a) 20% Secretariat Allowance was granted *w.e.f.* 1-7-1988 to the employees working in the Federal Secretariat.

(b) Yes. Secretariat allowance is not admissible to government servants who joined the Federal Secretariat with effect from 11-12-1989. However, the existing recipients have been allowance to retain it as personal Allowance.

The decision was taken by the Government as the financial effect was enormous. This cannot be considered as discrimination.

41. ***Prof. Khurshid Ahmad :** Will the Minister for Commerce be pleased to state whether it is a fact that advertising tender by the State Life Insurance Corporation was awarded to a company which is not a member of the Pakistan Advertising Association, if so, its reasons?

Malik Naeem Khan : Yes. The reasons for granting advertising business by the State Life Insurance Corporation of Pakistan to a non-member of the Pakistan Advertising Association are that :-

(i) State Life is not a member of the Advertisers' community and at no stage did it know which Advertising Agencies Participating in its open competition were members of the Association or not. Further-more, no Advertising Agency or Agencies, who may have been such members

and who took part in State Life's open competition, pointed out or objected, during the 15 day currency of the open competition, that Agency 'A' or Agency 'B' was a non-member and therefore should be treated differently.

(ii) There is no requirement whatsoever for Advertising Agency to be a member of the Pakistan Advertising Association for handling Government Accounts. The present agency has been releasing Advertisement of State Life for Press through PID and advertisements on TV. No. objection has been made by the Ministry of Information regarding the releases through a non-member agency.

(iii) The Advertising agency which has been selected is fully accredited with APNS and listed with Press Information Department of the Government of Pakistan and is handling other major Government Accounts namely Pakistan National Shipping Corporation, Port Qasim, Pakistan Automobile Corporation and Pakistan Telecommunications Corporation, Islamabad region.

42. ***Syed Abdullah Shah :** Will the Minister for Finance and Economic Affairs be pleased to state the number of persons appointed in the Customs Department since 6th August, 1990, indicating also their names, designations, qualifications and place of domicile?

Mr. Sartaj Aziz : 367 persons were appointed in Customs and Excise Departments since 6-8-1990 to 15-5-1992. Their names, designation, qualifications and place of domicile are given in Annex-I.

(Annexure has been placed in the Senate Library).

43. ***Syed Abdullah Shah :** Will the Minister for Finance and Economic Affairs be pleased to state whether it is a fact that the Government has appointed a commission of the Islamization of Economy; if so the names, qualifications and place of Domicile of its Chairman and other members?

Mr. Sartaj Aziz : In pursuance of para-8 of the Enforcement of Shariah Act, 1991, a Commission for Islamization of Economy has been set up vide Finance Division's Notification No. F. 5(19)-Admn. I/91, dated 4-7-1991. The requisite information is given at Annex-I.

Annex-I

LIST OF CHAIRMAN/MEMBERS OF COMMISSION FOR ISLAMIZATION OF ECONOMY

Sl. No.	Name of the Chairman/ Members	Educational Qualifications	Domicile
1.	Mr. I. A. Hanfi, Governor, State Bank of Pakistan, Chairman.	B.A. (Hons) (Economics) M.A. (Economics)	Karachi (Sindh)
2.	Senator Abdur Rahim Mandokhel, Member	B.A., LL.B.	Balochistan
3.	Arbab Jehangir Khan, MNA, Member.	B.A., LL.B.	N.W.F.P.
4.	Ch. Abdul Ghafoor, MNA, Member.	Degree in law (LL.B.)	Punjab
5.	Mr. S. M. Taqi Usmani, Former Judge, Shariat Court, Member.	M.A., LL.B.	Karachi (Sindh)
6.	Mr. Khalid Ishaq, Advocate, Supreme Court, Member.	B.A., (Hons) M.A., LL.B.	Sindh
7.	Mr. Mukhtar Masood, Former Federal Secretary, Member.	M.A., (Economics)	Punjab
8.	Dr. Zia-ud-din Ahmad, Islamic Foundation Markfield Dawa Centre, Ratby Lane, Leicester, LE 6 ORN, U.K. Member.	Ph.D. in Economics	Sindh
9.	Mr. Abdul Jabbar Khan, Former President, National Bank of Pakistan, Member.	B.Com.	Karachi (Sindh)
10.	Dr. Rafiq Ahmed, Former Vice Chancellor, Punjab University, Member.	D. Phil. (Oxon.) B.A. Economics (Manchester) M.A. Econ, (Punjab)	Punjab

Sl. No.	Name of the Chairman/ Members	Educational Qualifications	Domicile
11.	Mr. Ibrahim Sidat, Chartered Accountant, Member	Chartered Accountant	Karachi (Sindh)
12.	Mr. Nawazish Ali Zaidi, Former Executive Vice President and Director Research, United Bank Limited, Member/Secretary.	M.A. (Economics)	Punjab

44. ***Syed Ishtiaq Azhar :** Will the Minister for Finance and Economic Affairs be pleased to state the total amount of loans granted to Industries by the PICIC in 1990-91, indicating also the names and amount of loan released to each Industry at Karachi during the above period?

Mr. Sartaj Aziz : Total amount of loans sanctioned to industries by PICIC in 1990-91 was Rs. 1440.432 million.

Amounts of loans sanctioned to industries in Karachi were Rs. 58.920 million. Details are given at Appendix A.

Appendix A

DETAILS OF LOANS SANCTION AND DISBURSED BY PICIC IN KARACHI DURING JULY 01, 1990 TO JUNE 30, 1991
(NET OF CANCELLATION)

(Rs. in million)

Industrial Classification / Name of Project & Postal Address	Loan sanctioned by PICIC			Loan Disbursed
	Local	Foreign	Total	
Ultra Eng. Industries (Pvt.) Limited, C-1, 481 Sector 16-B, Industrial Area P.O. Box 13625 North Karachi.	9.2760	0.000	9.270	8.681
System & Tech. (Pvt.) Limited, 123, Old Clifton, Karachi.	27.000	0.000	27.000	0.000
Bulk Management Pak (Pvt.) Limited, 401, Unitower I.I. Chundrigar Road, Karachi.	22.650	0.000	22.650	22.650
Total :	58.920	0.000	58.920	31.331

45. ***Mir Nabi Bakhsh Domki :** Will the Minister for Finance and Economic Affairs be pleased to state whether it is a fact that Finance and Planning and Development have recommended to the Government for the grant of Project Allowance 25% or 35% to the National Oil Seed Development Project staff in pursuance of their directives of the ECNEC given in its meeting held on 25th July, 1991; if so, whether the said allowance has been approve; if not, the reasons thereof?

Mr. Sartaj Aziz : The proposal to grant Project Allowance to project staff in certain cases where the prescribed criteria is met, has been approved in principle by ECNEC. However, the Ministry of Finance has not received any proposal to grant Project Allowance to National Oil Seed Development Project so far from the Ministry concerned.

46. ***Syed Abdullah Shah :** Will the Minister for Finance and Economic Affairs be pleased to state :

(a) the names, fathers' name, educational qualifications and place of domicile of the officers in Grade II appointed in the Federal Bank for Cooperatives during the period 1st January, 1991 to 31st July, 1991; and

(b) whether these appointments were regular; if not its reasons?

Mr. Sartaj Aziz : During the period from 1-1-1991 to 31-7-1991, services of the following Officers Grade-II working in Allied Bank of Pakistan, Muslim Commercial Bank and Punjab Provincial Cooperative Bank, respectively, were obtained on deputation to FBC for equivalent posts:-

S. No.	Name & Father's Name	Educational qualifications	Place of domicile
(i)	Mr. Abdul Qayyum Khan, S/o Mr. Abdul Rehman Khan.	Graduate	Punjab
(ii)	Mr. Khalil Ahmed Yaqoob, S/o Mirza Habib Ahmed.	Graduate	Punjab
(iii)	Mr. Waqar Shabbir, S/o Rana Shabbir Ahmad Khan.	B.Com.	Islamabad

(b) The Officer at S. No. (i) did not join FBC. The two Officers at (ii) and (iii) were subsequently absorbed in the service of the bank *w.e.f.* 8-3-1992 and 28-7-1991 respectively. Under the directive of the Government their services are being reverted to their previous Organizations.

"UNSTARRED QUESTIONS AND THEIR ANSWERS"

2. **Mr. Shahzad Gul :** Will the Minister for Finance and Economic Affairs be pleased to state the amount of Central Excise Duty recoverable from defaulters since 1985-86 uptill 1991-92 with province-wise break-up?

Mr. Sartaj Aziz : The amount of Central Excise Duty recoverable from defaulters since 1985-86 uptill 1991-92 with province-wise breakup is as under:

	(Rupees in million)
N.W.F.P.	9.56
Punjab	51.69
Sindh	304.08
Balochistan	.01
Total :	365.34

3. **Raja Muhammad Afzal Khan :** Will the Minister for Commerce be pleased to refer to Senate Starred Question No. 145 dated 12th November, 1991 and state :

(a) the model, H. Power and make of vehicles confiscated by the custom authorities imported on fake documents;

(b) the number of such vehicles disposed off indicating also the names and addresses of the purchasers, price in each case and criteria followed for their disposal and the time by which the remaining vehicles will be disposed off; and

(c) the names, designation and domicile of the officers involved in import of vehicles on fake documents and the action taken against them so far, separately in each case?

Malik Muhammad Naeem Khan : (a) As the subject matter is the direct concern of CBR/Revenue Division, they have been requested to furnish the information. That Division has intimated that the same is being procured from the field formations, which may take time.

(b) As above.

(c) A list of officers found on *prima facie* basis involved in issuance of Import Permits against fake/forged documents is appended as Annex 'A'.

Necessary disciplinary proceedings against them are in progress according to relevant rules. A report in this respect will be furnished in due course.

In view of the foregoing stated position, the Senate Secretariat is requested to defer the above stated answer to next Session.

Annexure A

LIST OF OFFICERS FOUND ON PRIMA FACIE BASIS INVOLVED IN ISSUANCE OF IMPORT PERMITS AGAINST FAKE/FORGED DOCUMENTS AS REQUIRED IN PARA (C) OF UN-STARRED SENATE QUESTION NO. 3

S. No.	Name of the Officer	Designation	Domicile
1.	Mr. Abdul Wahab Khan	Controller (B-19)	N.W.F.P.
2.	Mr. Agha Zafar Mehdi Shah	Controller (B-19)	Balochistan
3.	Mr. Sikandar Ali Keeriyo	Controller (B-19)	Sind (R)
4.	Mr. Waheed Raza Bhatti	Dy. Controller (B-18)	Punjab
5.	Mr. Mohammad Ali	Dy. Controller (B-18)	Punjab
6.	Mr. M. Tariq Pervaiz	Dy. Controller (B-18)	Punjab
7.	Mr. Munnawar Akhtar Islam	Dy. Controller (B-18)	Punjab
8.	Mr. Ahmad Nawaz	Dy. Controller (B-18)	Punjab
9.	Mr. Munir Hussain Bukhari	Dy. Controller (B-18)	Punjab
10.	Mr. Abdul Karim Dawood Pota	Dy. Controller (B-18)	Sind (R)
11.	Mr. Ali Nawaz Kalhoro	Dy. Controller (B-18)	Sind (R)
12.	Mr. M. Amin Baloch	Dy. Controller (B-18)	Balochistan
13.	Mr. Ali Ahmad Lund	Dy. Controller (B-18)	Sind (R)
14.	Mr. Shahid Latif Khan	Asstt. Controller (B-17)	Punjab
15.	Mr. Mohammad Ashraf Ali	Asstt. Controller (B-17)	Punjab
16.	Mr. Mujib A. Khan	Asstt. Controller (B-17)	Sind (U)
17.	Mr. Faiz Rasul	Asstt. Controller (B-17)	Punjab

S. No.	Name of the Officer	Designation	Domicile
18.	Mr. Shahzad Hussain Rana	Asstt. Controller (B-17)	Punjab
19.	Mr. Abu Bakar Bullo	Asstt. Controller (B-17)	Sind (R)
20.	Mr. Tahir Aslam	Asstt. Controller (B-17)	Punjab
21.	Mr. Kamalud Din	Executive Officer (B-16)	Punjab
22.	Mr. Mohammad Yamin	Executive Officer (B-16)	Sind (U)
23.	Mr. Zamir A. Khan	Executive Officer (B-16)	Punjab
24.	Mr. Nazir Hussain	Executive Officer (B-16)	Punjab
25.	Mr. Mohammad Rafi	Executive Officer (B-16)	Punjab
26.	Mr. Attiqur Rehman	Executive Officer (B-16)	Punjab
27.	Mr. Zia-ul-Hassan Siddiqui	Executive Officer (B-16)	Punjab
28.	Mr. Misbah-ul-Haq Usmani	Executive Officer (B-16)	Sind (R)

4. **Mir Abdul Jabbar :** Will the Minister Incharge of the Cabinet Division be pleased to state :

(a) whether it is a fat that 20% quota has been reserved for the children of C.D.A. employees in grade 1 to 15 for admission in C.D.A. Model School, Sector I-9, Islamabad; and

(b) the number of children of C.D.A. employees and officers who have been given admission over and a above the reserved quota?

Ch. Amir Hussain : (a) Yes.

(b) None.

5. **Mir Abdul Jabbar :** Will the Minister Incharge of the Cabinet Division be pleased to state :

(a) the criteria for admission in C.D.A. Model School, Sector I-9, Islamabad; and

(b) the number of admission forms deposited for admission in nursery class during the educational year 1992-93?

Ch. Amir Hussain : (a) Following is the criteria for admission:-

Merit

(i) For nursery class, observation, recognition, intelligence and general health test, whereas, for classes other than nursery oral and written tests out of the prescribed syllabus.

(ii) Preference is given to the candidates whose real brothers and sisters are already studying in the CDA School, subject to clearance of admission test.

(b) One hundred and eighty-three forms for admission in nursery class for the year 1992-93 were deposited.

6. **Mir Abdul Jabbar :** Will the Minister Incharge of the Cabinet Division be pleased to state :

(a) the total number of vehicles in use of the Capital Development Authority indicating also the number of officers entitled to use official transport; and

(b) the expenditure incurred on the maintenance of these vehicles during the last five years, with year-wise break-up?

Ch. Amir Hussain : The requisite information is being compiled which will be placed on the table of the House later-on.

7. **Mir Abdul Jabbar :** Will the Minister Incharge of the Cabinet Division be pleased to state :

(a) the monthly ceiling of telephone calls of each member of the C.D.A.;

(b) the number of direct/local telephones under use of Member Administration; and

(c) the amount of telephone bills paid by the C.D.A. during the year 1991-92 on account of office/residential telephones installed for official use of Member Administration?

Ch. Amir Hussain : (a) No Limit.

(b) One direct telephone at residence and two telephones in his office.

(c) (i) Office Rs. 47,384
(ii) Residence Rs. 11,902

8. **Mir Abdul Jabbar :** Will the Minister Incharge of the Cabinet Division be pleased to state :

(a) whether it is a fact that overhead water tanks of Blocks of flates in Sector G-9/2 have never been fumigated; and

(b) whether it is also a fact that the Street lights of the said sector are also out of order since long; if so the time by which needful will be done by the C.D.A.?

Ch. Amir Hussain : (a) Yes. It is a fact that the overhead water tanks of blocks of flats of Sector G-9/2, Islamabad have never been fumigated, but these tanks are cleaned every year OR as per requirements whichever is earlier.

(b) Yes. It is a fact that many of the street lights in G-9/2 were out of order but most of these have now been put into working order by WAPDA. It is a continuous process and whenever street lights become defective, WAPDA is requested to take action for their rectification.

PRIVILEGE MOTION

Mr. Chairman : There is a privilege motion moved by Qazi Hussain Ahmed Sahib.

قاضی صاحب ذرا پریولیج موشن موو کریں۔

(i) *RE:* ALLEGATIONS LEVELLED AGAINST A SENATOR BY THE PRESIDENT OF AFGHANISTAN

قاضی حسین احمد : جناب چیئرمین! میں یہ تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جناب پروفیسر صبغت اللہ مجددی صاحب، صدر اسلامی جمہوریہ افغانستان نے اپنے سرکاری دورہ پاکستان کے موقع پر فرنٹیئر ہاؤس پشاور میں ۲۸ مئی کو ایک جرگہ سے خطاب کرتے ہوئے مجھ پر الزام لگایا کہ قاضی حسین احمد نے افغانستان جہاد سے کروڑوں ڈالر کمائے۔ اس کی

تائید و تحقیق میں وزیر مملکت برائے خارجہ امور صدیق کانجو، وزیر مملکت برائے منصوبہ بندی آصف احمد علی اور وزیر اطلاعات عبدالستار لالیکا کے بیانات بھی اخبارات میں شائع ہوئے ہیں جو میرے خلاف حکومتی مہم کا ایک حصہ ہیں۔ ایسے الزمات سے نہ صرف میرا استحقاق مجروح ہوا ہے بلکہ کشمیر میں جاری جہاد پر بھی اس کا اچھا اثر نہیں ہوا۔ یہ ایک سرکاری سازش ہے جس سے جہاد کی تحریکوں کو نقصان پہنچایا جارہا ہے۔ اس لیے میری استدعا ہے کہ اس تحریک پر فوری طور پر ایوان میں غور کر کے اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

Mr. Chairman : Is it being opposed Law Minister Sahib.

(*interruption*)

جناب چیئرمین : چونکہ انہوں نے ابھی دیکھا نہیں ہے۔

قاضی حسین احمد : میری اپنی بھی گزارش ہے چونکہ میری integrity involve ہے اور میری integrity جہاں افغانستان اور جہاد کشمیر کی تحریکیں involve ہیں۔

جناب چیئرمین : قاضی صاحب! ان کو جواب کا موقع تو دینا چاہیئے۔

قاضی حسین احمد : جناب چیئرمین صاحب! میں گزارش کرتا ہوں کہ میں بہت ضروری کام پر پھر باہر جارہا ہوں میں پھر نہیں آسکوں گا۔

جناب چیئرمین : آپ admissibility پر بات کر لیں۔ ان کا جواب بعد میں سن لیں گے۔ admissibility پر میں پہلی چیز یہ کہوں گا۔ جہاں تک صدر اسلامی جمہوریہ افغانستان کا تعلق ہے To that extent یہ مناسب نہیں ہے میں اس کو ایوان میں لاؤں۔ لیکن باقی جہاں پر وزراء کا تعلق ہے اس پر آپ بتادیں کیسے.....

قاضی حسین احمد : میں اسی پر کرتا ہوں میں نے اسی کو بنیاد بنایا ہے۔

چوہدری عبدالغفور : اگر قاضی صاحب کل ہیں۔ کیونکہ متعلقہ وزراء.....

جناب چیئرمین : میں صرف ان کی بات سن لیتا ہوں پھر آپ کو بھی موقع دوں گا اور ان کو بھی دوں گا۔

چوہدری عبدالغفور: سر! میری گزارش یہ ہے کہ اگر یہ کل ہیں تو کل ہی لے لیں اگر کل نہیں تو آج۔

قاضی حسین احمد : میں آج شروع کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین : آپ کو سن لیں گے۔ جی admissibility پر۔ جی راجہ افضل صاحب۔

راجہ محمد افضل خان : جناب گزارش یہ ہے کہ ابھی تک تو یہ تعین نہیں ہو سکا کہ منسٹر صاحب نے اس کو oppose کیا ہے یا نہیں۔ پہلے وہ اس کو oppose کرتے ہیں تو جناب ruling.....

جناب چیئرمین : admissibility کو مجھے دیکھنا ہوتا ہے ان کو admissibility پر سن لیتے ہیں

راجہ محمد افضل خان : آپ کی ساری بات درست ہے لیکن ایک procedure ہوتا ہے، طریقہ کار ہے۔ اگر انہوں نے oppose نہیں کیا ہے تو سیدھا کمیٹی کے حوالے کر دیں۔

جناب چیئرمین : نہیں یہ بات نہیں، اگر وہ کہیں کہ جی، میں oppose نہیں کرتا، اس کے باوجود میرا فرض ہے کہ میں دیکھوں کہ rules کے مطابق یہ admissible ہے یا نہیں ہے قاضی صاحب، فرمائیے۔ مہربانی کر کے مجددی صاحب کے بارے میں کوئی بات نہ کہیں۔

قاضی حسین احمد : نہیں، میں نہیں کہوں گا۔ جب یہاں مجددی صاحب نے یہ statement دی اور اس کے بارے میں اخبار نویسوں نے comments چاہیے تو میں نے کہا کہ یہ ایک مہمان صدر ہیں، پڑوسی ملک کا صدر ہے اور ہے بھی چوبیس، پچیس دن کا،

اوراب اس میں سے چار پانچ دن رہ گئے ہیں، اس لئے میں نے ان سے کہا کہ میں ان کیساتھ نہیں الجھنا چاہتا لیکن میری بنیادی بات یہ ہے کہ اس سے پہلے وزیراعظم نواز شریف نے جب ہم نے آئی جے آئی سے نکلنے کا اعلان کیا تو انہوں نے میرے اوپر ایک پریس کانفرنس میں الزام لگایا اور پھر کہا کہ میں قاضی حسین احمد کی سیاہ کاریوں کے بارے میں ان کی مجلس شوریٰ کو بتاؤں گا۔ میں نے پھر وزیراعظم کو invite بھی کیا کہ آپ بڑی خوشی سے آیئے اور ان چیزوں سے پردہ اٹھایئے اور میری شوریٰ کو address کیجیئے، تو اس کے بعد جب صبغت اللہ مجددی صاحب آئے تو ایک دن جب ان سے یہ سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں یہاں کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کرتا یہ یہاں کا political مسئلہ ہے اور میرے بارے میں بھی کہا کہ میں ان کے بارے میں بھی کوئی comments نہیں کرنا چاہتا لیکن اس کے بعد اگلے دن پشاور میں، اس کے برعکس انہوں نے جواب دیا۔ جب ان سے کہا گیا تو پھر انہوں نے کہا کہ قاضی حسین احمد نے جہاد افغانستان میں کروڑوں ڈالر کمائے ہیں، بنائے ہیں، صبغت اللہ مجددی کے بیان کی میرے پاس کاپی ہے، تاہم میں اسے چھوڑ دیتا ہے۔ اس کے بعد سردار آصف احمد علی صاحب نے بیان دیا۔ آصف احمد علی صاحب نے کہا کہ مجددی نے افغان جہاد سے کروڑوں روپے کمانے کے ثبوت فراہم کر دیئے تو جماعت اسلامی کے خلاف تحقیقات ہو گی، اس کے علاوہ اس طرح کا پورا بیان ہے، یہ تو میں نے اس کی سرخی پڑھی ہے۔ اس میں انہوں نے شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ جماعت اسلامی کی دیانت اور امانت کے بارے میں، تو پھر اس پر جناب صدیق کانجو صاحب کا بیان ہے یہ لودھراں کی date line سے ہے اس میں کہا گیا ہے کہ افغان صدر صبغت اللہ مجددی کے اس الزام کی کہ قاضی حسین احمد نے افغان جہاد کے دوران غیر ملکی امداد سے ناجائز طریقے سے لاکھوں ڈالر کمائے۔ انہوں نے تو کروڑوں ڈالر کہا ہے۔ کمائے کے بارے میں سوال پر انہوں نے کہا کہ مجددی کے الزامات کو آسانی سے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے ساتھ ہی عبدالستار لالیکا کا بیان ہے اور اس میں عبدالستار لالیکا نے بھی یہی کہا

ہے کہ انہوں نے کہ افغان صدر صبغت اللہ مجددی نے جس روز قاضی حسین احمد کے بارے میں کروڑوں روپے ہتھیانے کاالزام لگایا،اسی روز ہی ان کے کابل airport پر پہنچتے وقت، ان کے طیارے پر راکٹوں سے حملہ کیا گیا، لازمی طور پر بہت بڑی سازش کی کڑیاں ہیں جن کا کھوج لگا کر حقائق قوم کے سامنے پیش کرنے چاہیں، یعنی لالیکا صاب نے اس الزام کے ساتھ ایک دوسرا الزام بھی نتھی کر دیا کہ مجددی صاحب کے طیارے پر جو حملہ ہوا ہے اس میں بھی میرا ہاتھ ہے۔

جناب چیئرمین! سیاسی اختلافات اپنی جگہ پر لیکن حقائق لوگوں کے سامنے آنے چاہیں، حقائق میں بنیادی بات یہ ہے کہ پہلے تو حکومت یہ determine کرے اور یہ بتائے کہ افغان جہاد کے لئے جو بھی فنڈ آئے ہیں، اس میں جماعت اسلامی یا قاضی حسین احمد کہاں involve ہوتا ہے، کیا جماعت اسلامی کے ذریعہ سے کوئی فنڈ آئے ہیں، یا کیا حکومت نے جماعت اسلامی کو فنڈز کے لئے استعمال کیا ہے، اس طرح کی کوئی بات نہیں ہے۔ جماعت اسلامی نے نہ حکومت پاکستان اور نہ ہی کسی ادارے کی کوئی رقم قبول کی ہے اور نہ کسی افغان مجاہدین اور کسی دوسری ایجنسی کے درمیان conduit بنے۔ اس لئے وہ کروڑوں ڈالر کہاں تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے کروڑوں ڈالر کمائے، ایسے جیسے کہ میرے کنٹرول میں اربوں ڈالر تھے اور ان میں سے میں نے کروڑوں ڈالر اپنے پاس رکھ لئے۔ اب یہ کہاں سے آئے، یہ کوئی حکومت سے ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔

جناب والا! یہ لوگ ۱۹۷۵ء میں مہاجر بن کر آئے تھے۔ اور یہ ہمارے پاس آئے تھے۔ استاد برہان الدین ربانی، گل بدین حکمت یار، مولوی نصر اللہ منصور، مولوی محمد یونس خالص، یہ حکومت پاکستان کے پاس آئے بھی نہیں تھے۔

Akhunzada Behrawar Saeed : Point of order.

Mr. Chairman : No, point of order.

اخوانزادہ بہرہ ور سعید : جناب اس وقت بھٹو صاحب کی حکومت تھی، ان کے پاس نہیں آئے تھے۔

قاضی حسین احمد: یہ ۱۹۷۵ء میں آئے تھے اور یہ میرے پاس آئے تھے، اس کے بعد ان کا حکومت پاکستان سے رابطہ ہوا تھا۔ اس وقت بھی بھٹو صاحب کی حکومت تھی، کسی اور کی نہیں تھی، یہ ہمارے پاس لٹ پٹ کے آئے تھے، ہم نے ان کو پناہ دی، ہم نے ان کو جگہ دی تمام مہاجرین کو جگہ دی۔ ہم نے ان کے لئے کاسہ گدائی پوری قوم کے سامنے بھی پھیلایا اور مخیّر حضرات سے بھی ہم نے پیسے اکٹھے کئے۔ ہم نے ان کے لئے ہسپتال قائم کئے ہم نے ان کے لئے مدارس قائم کئے، ہم نے ان کی تعلیم و تربیت کے لئے انتظامات کئے، ہم نے ان کی ہر بنیادی ضرورت پوری کی۔ ہمارا ہر کارکن ان کے خیمے کے سامنے کھڑا رہا یہ تو چودہ سال کہتے ہیں لیکن میں عرض کرتا ہوں کہ ۱۷ سال ہوئے ہیں، ۱۷ سالوں سے ہمارے لوگوں نے ان کی خدمت سرانجام دی ہے۔ اس میں کوئی بھی، کہیں بھی ایسی ایجنسی نہیں ہے جس کی کوئی رقم ہم نے وصول کی ہو اور پھر یہ رقم ان تک پہنچانے کی ذمہ داری ہمارے اوپر ہو۔ اس لئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بالکل غلط ہے، غلط بیانی ہے۔ جو پیسہ لوگوں نے ہمیں دیا ہے، جو یہاں کے عوام نے ہمیں دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو عوام دیتے ہیں کہ ایک تو کروڑوں میں ہوتا نہیں ہے دوسرا یہ ڈالروں میں نہیں ہوتا ہے یہ جتنا بھی تھا وہ ہم نے بہت امانت، دیانت اور ان کے گروپوں کیسائز کے مطابق تقسیم کیا ان کی ضرورت کے مطابق تقسیم کیا۔ تاہم مجددی صاحب کو ہم سے گلہ تھا کہ اسے پانچ فیصد دیتے ہیں اور گل بدین حکمت یار کو ۳۵ فیصد دیتے ہیں، ربانی کو ۲۵ فیصد دیتے ہیں۔ اس کے جواب میں ہم نے ان سے کہا تھا کہ آپ کی اتنی ضروریات نہیں ہیں، آپ کے ساتھ اتنے لوگ نہیں ہیں۔

مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ مجددی صاحب میرے گھر پر آئے تھے اور وہاں رقم کی تقسیم پر بات چیت ہوئی تھی، ہمارے پاس تھوڑی سی، معمولی رقم ہوتی تھی جو ہم ان کی ضروریات

کے مطابق ان میں تقسیم کرتے تھے۔اس سلسلہ میں ایک لطیفہ بھی ہے کہ انہوں نے مجھے کہا کہ تواضع کمکن، مبلغ زائد کن، یہ الفاظ انہوں نے مجھے اس وقت کہے جب میں ان کو رخصت کرنے کے لئے باہر۔ یعنی کہ تواضع کم کریں مبلغ زیادہ دیں۔ بہر حال ایک کافی عرصہ تک ہمارا ان کے ساتھ تعلق رہا ہے ان کی ہم نے خدمت کی ہے۔اس لئے میں یہ چاہتا ہوں کہ ایسی خبریں جو اتنی بڑی بڑی سرخیوں کے ساتھ شائع ہوئی ہیں، مجددی کا بیان شائع ہوا ہے، اس کے ساتھ عبدالستار لالیکا کا بیان شائع ہوا ہے جو کہ وزیر اطلاعات و نشریات ہیں۔ پھر صدیق کانجو صاحب جو نائب وزیر مملکت ہیں۔ پھر آصف احمد علی صاحب جو کہ وزیر مملکت ہیں کا بیان ہے۔

ہم بھی جو ان کی امداد کا کام کرتے ہیں وہ بھی ایک مہم ہے، اس مہم کی وجہ سے نہ صرف ہم جہاد افغانستان کے لئے کام کرتے ہیں بلکہ جہاد کشمیر کے لئے کام کرتے ہیں۔ لوگوں کے پاس جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حکومت نے تو ان سے دست برداری کا اعلان کر دیا ہے، ان کو کچھ نہیں دیتی ہے۔ حکومت تو کہتی ہے کہ ہمیں تو امریکہ نے یہ threat دیا ہے کہ ہم تمہیں ایک terrorist country declare کر دیں گے اگر تم نے کشمیریوں کی مدد کی۔ انہوں نے تو دست برداری کی ہوئی ہے۔اس لئے جو لٹ پٹ کر یہاں آتے ہیں، غریب ہیں، مہاجر ہیں ان کی تو ہم نے خدمت کرنا ہے۔اس لئے یہ لوگ ایک مہم کے طور پر integrity کو داغدار بناتے ہیں تو اس کی وجہ سے نقصان پہنچتا ہے، یہ نقصان صرف ہمیں نہیں پہنچتا، اس سے جہاد کشمیر کو بھی نقصان پہنچتا ہے۔

جناب چیئرمین : قاضی صاحب، بس وضاحت ہو گئی ہے۔

قاضی حسین احمد : چیئرمین صاحب! میں اس بات کا حق رکھتا ہوں، میں ایک Senator ہوں۔اس معزز ایوان کا ایک member ہوں، آپ کا رکن ہوں اور میں اس ملک کا ایک معزز شہری ہوں۔ میری ایک دیانت ہے۔ تو اس لئے آپ کا فرض ہے کہ آپ مجھے ان تمام چیزوں کے بارے میں صفائی کا مجھے موقع دیں اور یہ موقع یہی ہے کہ میری اس

تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔ حکومت کے تمام لوگوں کو کہیں کہ وہ آئیں اور ثبوت پیش کریں۔ جو بھی ان کے پاس دلائل ہیں وہ دیں کہ وہ فنڈز کہاں تھے جن کو حکومت نے یا کسی اور ایجنسی نے ہمارے سپرد کیا ہو اور ہم نے اس میں خرد برد کی ہو۔ خرد برد تو وہاں ہوتا ہے جہاں ہماری disposal پر کوئی فنڈز دیئے گئے ہوں۔ ہماری disposal پر سرے سے فنڈز ہی نہیں دیئے گئے ہم نے تو کاسۂ گدائی پھیلا کر لوگوں سے کچھ تھوڑی سی خیرات مانگ کر ان تک پہچانے کا کام کیا ہے۔ وہ بھی ذاتی طور پہ میری ذمہ داری نہیں تھی وہ تو جماعت کا ایک ادارہ ہے اس میں آڈٹ کا انتظام ہے اس میں check ہے اس میں احتساب ہے اس میں محاسبہ ہے وہ جو سارا حساب دیکھنا چاہتی ہے حکومت یا احتساب کمیٹی وہ حساب بھی ہم سارا ان کو دینے کے لئے تیار ہیں۔ میں جناب چیئرمین اس کے لئے بھی تیار ہوں کہ حکومت کوئی کمیٹی مقرر کردے یا آپ کوئی میرے سارے اثاثے جو بھی ہوں کیا میرے پاس کروڑوں روپے کے کوئی اثاثے بھی موجود ہیں۔ کیا میری کوئی جائیداد بھی ہے اس طرح کا الزام مجھ پر لگا کر۔۔۔

اخونزادہ بہرور سعید: جناب! اس کو دیکھیں ہم بھی واقعات جانتے ہیں۔ ہم بھی دیکھتے ہیں یہ تو اپنی پارٹی کا پروپیگنڈہ کر رہا ہے۔

جناب چیئرمین: مہربانی کر کے تشریف رکھیں اس طرح نہ کریں۔۔۔۔

قاضی حسین احمد: جناب چیئرمین! میں نے تو یہ کہا ہے میں نے تو offer کی ہے۔ میں نے request کی ہے کہ آپ اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کر دیں۔ کھل جائیگی یہ ساری بات۔

جناب چیئرمین: میری بات سنیں۔ آپ نے جو تحریک استحقاق پیش کی ہے اس کے دو پہلو ہیں ایک تو یہ ہے کہ آپ کے خلاف الزامات لگائے گئے ہیں۔ آپ اس ایوان کے رکن ہیں اور آپ کو حق ہے کہ آپ کو صفائی کا حق دیا جائے جو آپ کو دیا گیا۔ اب آپ نے نقطہ نظر پیش کیا اور میں نے آپ کو موقع دیا۔

دوسرا ایک technical پہلو ہے کہ Privilege Motion کے لئے اصول بنے ہوئے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں کہ عام طور پر سیاسی بیانات پر ہم Privilege Motion move نہیں کرتے۔ سیاسی بیان جس طرح انہوں نے دیا اس طرح آپ بھی دے سکتے ہیں۔ ایک سیاست کی لڑائی ہے۔ اور دوسرا اصول Privilege Motion کے لئے یہ ہے کہ بحیثیت سینیٹر آپ کے کام میں کوئی رکاوٹ ڈالی جائے۔ آپ کو صفائی کا حق ہے جو میں نے آپ کو دیا لیکن یہ بتائیں کہ بطور سینٹر آپکے کام میں کیسے یہ چیز رکاوٹ ڈال رہی ہے؟

قاضی حسین احمد : دونوں پہلوؤں سے بات کرتا ہوں یہ سیاسی بیان نہیں ہے کہ کسی کے بارے میں کہا جائے کہ اس نے پیسہ کھایا ہے یہ تو اس کی ذات پر ایک ذاتی اخلاقی حملہ ہے۔

جناب چیئرمین : نہیں اس کے لئے آپ عدالت میں بھی جا سکتے ہیں۔ آپ defamation suit بھی کر سکتے ہیں۔

قاضی حسین احمد : جناب چیئرمین جب مجھے ایوان کا سہارا موجود ہے تو.....

جناب چیئرمین : اس کا تو میں نے آپ کو موقع دے دیا ہے، صفائی کا موقع دے دیا ہے۔

قاضی حسین احمد: نہیں صفائی کے موقع کے لئے ایک دوسرا طریقہ ہے یہ طریقہ نہیں، ایک کمیٹی مقرر کی گئی ہے اس لئے مقرر کی گئی ہے کہ اس سے ہماری صفائی ہو سکتی ہے۔ اس کے ذریعہ سے معاملہ کھل سکتا ہے اس کی وضاحت ہو سکتی ہے۔ اور وہ تحقیق کر کے اپنی رپورٹ ایوان میں پیش کر سکتی ہے۔ اس لئے یہ کوئی ذاتی بیان نہیں ہے۔ یہ تو ایک کردار کشی کی مہم ہے۔ اور اس کو سیاسی بیان نہیں کہا جا سکتا۔

جناب چیئرمین : اور رکاوٹ کیسے پڑی؟

قاضی حسین احمد: رکاوٹ میری، میں نے اس تحریک استحقاق میں دی کہ میں بحیثیت سینیٹر قوم کی خدمت کرتا ہوں عوام کی خدمت کرتا ہوں کشمیر اور افغانستان کے جہاد

میں involve ہوں ان کی مدد کرتا ہوں، خدمت کرتا ہوں۔ اگر میری integrity پر یہاں پہ زد یا حرف آتی ہے تو اس سے یہ تمام کام جو ہے تلپٹ ہوتا ہے جو ہم جہاد کے لئے کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین : دیکھیں، کشمیر کے جہاد میں involement آپ کی بحیثیت political party ہے۔ ایک leader کے ہے اسی طرح افغان کے جہاد میں ہے۔ لیکن بطور سینیٹر آپ کے کام میں کیسے رکاوٹ پڑی ہے۔

قاضی حسین احمد : جناب والا! میں Senate میں repesent کرتا ہوں افغان جہاد اور کشمیر جہاد کے case کو represent کرتا ہوں۔

Mr. Hasan A. Shaikh : Point of order Sir, Qazi Sahib is not representing in the Senate Mujahiddeen or anybody else, but he is representing himself.

جناب چیئرمین : بہر حال ان کا آگیا.....

(مداخلت)

جناب چیئرمین : وہ میرے سامنے ہے میں نے پڑھا ہوا ہے۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید : جناب میں Privilege Motion کا رول پڑھتا ہوں:

60. "A member may, with the consent of the Chairman, raise a question involving a breach of privilege either of a member or of the Senate or of a Committee thereof."

61. "A member wishing to raise a question of privilege shall give notice in writing to the Secretary before the commencement of the sitting on the day the question is proposed to be raised. If the question raised is based on a document, the notice shall be accompanied by the document or its copy indicating the specific breach of privilege of the member or the House or its Committee :

Provided that the Chairman may, if he is satisfied about the urgency of the matter, allow a question of privilege to

be raised at any time during the course of a sitting after the disposal of questions".

Then there are conditions.

62. "The right to raise a question of privilege shall be governed by the following conditions, namely:-

(i) not more than one question shall be raised by the same member at the same sitting;

(ii) the question shall relate to a specific matter and shall be raised at the earliest opportunity;

(iii) the matter shall be such as requires the intervention of the Senate; and

(iv) the question shall not reflect on the personal conduct of the President."

اس میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جب کہ قاضی صاحب اپنی پارٹی کا پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔ اپنی صفائی پیش کر رہے ہیں۔ انہوں نے تو ایسے گورنمنٹ پر وزیر اعظم پر الزمات لگائے ہیں اس کیساتھ بھی مقابلہ کریں، گریبان میں جھانکیں کہ کیا ہے۔

جناب چیئرمین : وہ ساری باتیں سن کر پھر فیصلہ کریں گے۔

قاضی حسین احمد: جناب میں اسی لئے کہتا ہوں کہ وہ بھی کریں اور یہ بھی کریں۔

جناب چیئرمین : ٹھیک ہے، ساری باتیں سن کر فیصلہ کریں گے۔

چوہدری عبدالغفور : Sir میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ سر آنکھوں پر کہ ان بیانات سے قاضی صاحب کی شہرت کو یا کسی طور پر نقصان پہنچا ہے۔ لیکن اس بارے میں technical بنیادوں پر میں اپنا حق محفوظ رکھتا ہوں کہ جب اس کا استدلال سامنے آئے گا ان کے بیانات کی روشنی میں جو یہ وزیر اعظم پر یا باقی سیاسی لوگوں پر دیتے رہتے ہیں جس طرح آپ نے یہ جائز طور پر point out کیا کہ سیاسی بیانات کی روشنی میں کیا یہ House مداخلت کر سکتا ہے۔

جناب چیئرمین : یہ ساری چیز دیکھیں گے۔

چوہدری عبدالغفور : اور یہی بات قاضی صاحب کو چاہیئے تھا کہ کون سے قانون کے تحت admissibility بنتی ہے اور کون سے قانون کے تحت In the performance of his duties as a Senator کہاں تک اس سے رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ باقی جہاں تک سیاسی بیانات کا تعلق ہے یہ متعلقہ وزیر صاحب آئیں گے ان کا جواب دینے کے بعد I reserve my right to contest this issue on the technical grounds.

Mr. Chairman : I also reserve my ruling.

(Interruption)

پروفیسر خورشید احمد : بہرہ ور سعید صاحب ذرا اپنی زبان کو قابو میں رکھا کریں وہ اس House کا conscience نہیں۔ جناب چیئرمین! میں صرف دو باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں اور خالص قانونی باتیں عرض کروں گا۔ پہلی چیز یہ ہے کہ ایک سیاسی پارٹی کا قائد، ممبر، جب پارلیمنٹ کا ممبر elect ہو جاتا ہے اور جتنے عرصے وہ بیک وقت دونوں پوزیشنیں رکھے ان کے درمیان فرق نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اور وہ جو بھی سیاسی کام کرے گا ملک کے دستور اور قانون کے تحت وہ بیک وقت ایک سیاسی کارکن کی حیثیت سے بھی، اور ایک ممبر پارلیمنٹ کی حیثیت سے بھی میرے علم کی حد تک جب بھی ان معاملات کے اوپر غور ہوا ہے تو کبھی بھی ان دو پوزیشنوں کو الگ نہیں کیا گیا۔ یہ بات آپ کی بالکل صحیح ہے کہ عام سیاسی تنقید اور specific الزام جو ایک شخص کی honesty, integrity کو مجروح کرتا ہو ان میں فرق کیا گیا ہے۔ اس لئے دوسرا نکتہ میرا اسی کے بارے میں ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر آپ Mays Parliamentary practice اور Kaul کی کتاب اور privilege پر آپ جو بھی اہم کتابیں دیکھ لیں اس میں ہر ایک میں آپ کو یہ Section ملے گا کہ جہاں اگر کسی member of the Parliament کے اوپر specific charge financial corruption کا bribery کا، influence قبول کرنے کا influence carry out کرنے کا لگایا گیا ہے تو اس کو privilege کا violative قرار دیا گیا۔

Mr. Chairman : That is for the performance of his duties as a Senator. کوئی کہہ دے کہ انہوں نے بل میں voting کی ہے پیسے لے کر that is connected witht that

(مداخلت)

پروفیسر خورشید احمد : لیکن اس کو corrupt نہیں کہا جاسکتا ہے۔اگر یہ کہا جائے کہ ایک سینیٹر نے رشوت لی ہے اور ایک سینیٹر نے خرد برد کیا ہے تو وہ اس کے پورے کام کو متاثر کر سکتا ہے صرف ووٹ دینے میں نہیں.....

جناب چیئرمین : میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اگر ایک الزام یہ ہے کہ سینیٹر نے رشوت لی ہے اور ووٹ کیا ہے سینٹ میں یا رشوت لے کر adjournment motion move کر دی ہے وہ تو ایک پہلو ہے۔دوسرا پہلو یہ ہے کہ ایک عام الزام لگایا جاتا ہے کہ جی فلاں سینیٹر نے پیسے کھائے ہیں یا کوئی اور جرم کیا ہے اس میں اور اس میں فرق ہے۔

پروفیسر خورشید احمد : دیکھیئے! وہ چیز جو کہ moral یا ملک کے قانون کی خلاف ورزی کی کوشش کی ہے ان کے لئے Court میں جانا پڑے گا لیکن وہ چیزیں جو کہ integrity جس کی بنا پر وہ بحیثیت ممبر آف دی پارلیمینٹ کے اپنے فرائض انجام دینا اس سے متاثر ہوتا ہو، صرف پارلیمینٹ میں ہی نہیں، اس لئے کہ سینیٹر یا member of the Parliament جو ہے اس کا کام صرف House میں ہی نہیں ہے۔ House سے باہر ہے اور وہ تمام چیزیں جو اس کی integrity کو متاثر کرتی ہوں وہ زیر غور آتی ہیں اور اس معاملے میں Kaul نے کئی مثالیں دی ہیں اور انڈیا میں بھی یہ مسئلہ زیر غور آیا۔

جناب چیئرمین : Rulings مجھے دے دیں.....

پروفیسر خورشید احمد : وہ میں آپ کو بتادوں گا، لیکن Kaul نے اس معاملے کو صحیح support کیا ہے۔

جناب چیئرمین : جی جناب یحییٰ بختیار صاحب۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین : نہیں یہ آپ کا نقطہ نظر ہے۔ یحییٰ بختیار صاحب ایک اصول ہے اور وہ یہ ہے کہ سیاسی بیانات یعنی آپ بیان دیں گے کہ نواز شریف صاحب کی حکومت ٹھیک نہیں، نواز شریف صاحب کہیں گے کہ آپ کا کردار ٹھیک نہیں، یہ ایک political fight ہے۔ سوال یہ ہے کہ Can this become a court of law? You (Mr. Yahya Bakhtiar) have a right to file a defamation suit, you can file a criminal complaint under PPC.

Mr. Yahya Bakhtiar : I beg to differ, Sir. Because it is not a question of political statement. Political statement can be of hundred types but when somebody attacks your integrity then it is not a political statement.

Mr. Chairman : Since this is an important question please also look up the relevant Parliamentary Practice and Procedure and we will have a detailed argument on this. We are not deciding it in any case.

چوہدری امیر حسین : جناب والا! میں اس پر گزارش کرتا ہوں۔ پہلے تو میں 'Kaul' سے quote کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین : آج نہ کریں۔ آپ نے کرنا ہی ہے تو بعد میں کر لیں گے۔ جب سارے وزراء آجائیں گے تو باقاعدہ تفصیل سے سن کر فیصلہ کیا جائے گا۔

اب ہم چھٹی کی درخواستوں پر آتے ہیں۔ جناب سر تاج عزیز صاحب Point of Order.

جناب سر تاج عزیز : جناب چیئرمین! چونکہ سوال نمبر ۳۱ کی باری نہیں آئی۔ اس میں ایک بات تھی وہ میں ریکارڈ کے لئے اگر آپ اجازت دیں.....

جناب چیئرمین : درستگی کر دیں۔

جناب سر تاج عزیز: اس میں سگریٹ کے excise rates تھے، وہ چونکہ یہ ۱۴ مئی سے پہلے کا سوال تھا تو پرانے دیئے گئے ہیں۔ اس بجٹ میں وہ rates تبدیل کر دیئے گئے ہیں۔ میں وہ نئے rates record کے لئے دے دیتا ہوں تاکہ record پر صحیح rates آجائیں۔

جناب چیئرمین : شکریہ جی مہربانی۔ جی چھٹی کی درخواستوں ہیں۔ پروفیسر خورشید احمد صاحب۔

پروفیسر خورشید احمد : جناب والا! ویسے تو ہم ممنون ہیں وزیر خزانہ کے کہ وہ اس کی اصلاح کرا رہے ہیں۔ لیکن کیا یہ rules کی violation نہیں ہے، یہ ذمہ داری ہے وزیر کی کہ جو جواب ان کی وزارت House کو دے رہی ہے وہ upto date ہو اور بجٹ کو آئے ہوئے بھی مہینہ بھر ہو رہا ہے۔ اگر آپ کے department نے یہ غلط information House کو دی ہے تو یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ آپ اس کو check بھی کریں اور انہوں نے پرانی information دی ہے ان کا حساب بھی کریں۔

جناب چیئرمین: شکریہ جی۔

جناب شہزاد گل: یہی رونا تو میں رو رہا تھا کہ انہوں نے غلط information دی ہے۔

جناب چیئرمین : انہوں نے درستگی کر دی ہے اور آئندہ خیال رکھیں گے کہ ایسی غلطی نہ ہو۔

LEAVE OF ABSENCE

جناب چیئرمین : سردار محمد یوسف خان ساسولی صاحب نے علالت کی بنا پر حالیہ مکمل اجلاس کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین : سید حامد رضا گیلانی صاحب نے مورخہ ۱۸ تا ۲۱ جون کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین : ہزار خان بجارانی صاحب نے اطلاع دی ہے کہ وہ ملک سے باہر جا رہے ہیں۔ ۲۰ تا ۲۵ جون تک وہ اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔

ADJOURNMENT MOTION

جناب چیئرمین : Adjournment Motions جناب سر تاج عزیز صاحب۔ نمبر آٹھ، بارہ، تیئس، پینتیس، باون، ستاون۔

طارق چوہدری صاحب اس کی تائید کر رہے ہیں۔ اقبال حیدر صاب، خورشید احمد صاحب، اشتیاق اظہر صاحب، فصیح اقبال صاحب، راجہ افضل خان صاحب، طارق چوہدری صاحب۔ Adjournment Motion No. 8 پڑھ دیں۔

(i) *RE*-PAKISTANI BANKS RAIDED AND SALE OF BEARER CERTIFICATES IN AMERICA

جناب محمد طارق چوہدری : بسم اللہ الرحمان الرحیم۔ میں تحریک کرتا ہوں کہ عوامی اہمیت کے حامل اس قومی مسئلے کو فوری طور پر زیر بحث لایا جائے کہ حکومت پاکستان کی طرف سے امریکی اخبارات میں فارن کرنسی بیرئر سرٹیفکیٹس کی فروخت کے بارے میں اشتہارات کی اشاعت کے بعد امریکہ میں پاکستانی بینکوں کی برانچوں پر نہ صرف raid کر کے بینک کے عملے اور افسران کو ہراساں کیا گیا بلکہ پاکستان کے خلاف شدید رد عمل اور توہین آمیز بیانات اور دھمکیاں بھی دی گئیں۔ امریکی قوانین اور ان کے رد عمل کو پیش نظر رکھے بغیر بیرئر سرٹیفکیٹس فروخت کرنے کی اس غیر محتاط مہم نے پاکستانی بینکوں کے لئے شدید مشکلات اور ملک کے وقار کو نقصان پہنچایا ہے۔ لہٰذا اس مسئلے کو فوری طور پر زیر بحث لایا جائے۔

جناب چیئرمین : اقبال حیدر صاحب! آپ تائید کرتے ہیں۔ You don't have to read it.

سید اقبال حیدر : بات مختلف تھی۔

جناب چیئرمین : You support the motion. But just say- you support it پھر بعد میں آپ کو موقع ملے گا۔جی خورشید احمد صاحب آپ بھی تائید کرتے ہیں۔

پروفیسر خورشید احمد : میرا independant motion ہے۔

جناب چیئرمین : independently بھی آپ کو موقع دیا جائے گا۔

پروفیسر خورشید احمد : ہمیں کوئی اعتراض اس پر نہیں ہے۔

جناب چیئرمین : اشتیاق اظہر صاحب آپ بھی تائید کرتے ہیں۔

سید اشتیاق اظہر : جی میں تائید کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین : فصیح اقبال صاحب تائید کرتے ہیں، راجہ محمد افضل صاحب تائید کرتے ہیں۔

Minister Sahib, do you want to oppose this?

Mr. Sartaj Aziz : Yes, Sir. But I want to point out that under Rule 75 (d);-

> "it shall not revive discussion on a matter including the discussion on the admissibility of an adjournment motion which has been discussed in the Senate or in the Assembly within the last four months;"

اسی subject پہ اسمبلی میں مئی میں بحث سیشن کے دوران یہ admit ہوا تھا اور اس پر تفصیلی بحث ہو چکی ہے۔

جناب چیئرمین : admit ہو کے ہوئی ہے۔

جناب سرتاج عزیز : جی ہاں، admit ہو کے ہوئی ہے۔اس لئے اس کو ایوان میں دوبارہ لانا ضروری نہیں ہے۔میں مختصر بیان دے چکا ہوں۔

جناب چیئرمین : میرے خیال میں وضاحتی بیان ہو جائے۔پھر press نہیں کریں گے۔

جناب سرتاج عزیز : اس میں جناب چیئرمین جیسا کہ ممبران نے جو اسمبلی کے حوالے سے کارروائی ہوئی تھی اس کو اخبارات میں پڑھا ہوگا کہ یہ مسئلہ اس لئے پیدا ہوا کہ ہمارا جو وکیل لیگل فرم کا امریکہ میں تھا اس نے یہ advise کیا تھا جو فارن ایکسچینج بیرئر بانڈز ہم نے ۱۹۸۶ء میں float کئے تھے کہ اس میں لوکل نیویارک اتھارٹیز کی ضرورت ہے permission کی سیکورٹی اینڈ ایکسچینج کمیشن کی ضرروت نہیں ہے اور انہوں نے اس وقت ایک خط بھی لکھا تھا۔ سیکورٹی ایکسچینج کمیشن کو اپنا یہ بیان دیتے ہوئے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ ضرورت نہیں ہے۔ اس کا جواب انہیں موصول نہیں ہوا۔ اس دفعہ جب یہ بانڈز ہم دوبارہ float کرنے لگے تو پھر ان کو ۲۳ جنوری کو حبیب بینک کی طرف سے یہ خط لکھا گیا کہ ہم یہ کرنے والے ہیں۔ اس میں ضرورت ہے کہ نہیں ہے اور انہوں نے ۳۱ جنوری کو پھر یہ repeat کیا کہ ضرورت نہیں ہے۔ اس پر ہم نے وہ اشتہار مارچ کے مہینے میں دے دیا کہ وہ بانڈز ۲۳ مارچ سے شروع بکنا شروع ہوں گے۔ لیکن اس پہ story جس میں misquotations میں کچھ story آئی جس میں کچھ misquotations بھی تھیں۔ جس سے یہ ظاہر ہوا کہ رولز کے مطابق اس کی ضرورت ہے۔ ہم نے اس آفر کو تین دن کے اندر واپس لے لیا تو اس لئے ان بانڈز کی actual sale کوئی نہیں ہوئی۔ جو ہمارے دوسرے وکیل تھے انہوں نے کہا کہ اس کی ضرورت ہے اس کے بعد ہم نے ایک ٹیم بھیجی اور انہوں نے اس سے discussion کی اور اس سے ثابت ہوا کہ اس میں کوئی technical سی violation تھی اس میں کوئی خاص نہیں تھی۔ انہوں نے جو ہمارے بینکوں کی investigation کی وہ as a whole نہیں تھی۔ وہ جو فارن ایکسچینج بیرئر بانڈز کی پچھلے چھ سال میں sale تھی اس کو دیکھا کہ اس میں violation ہے کہ نہیں ہے۔ وہ بھی انہوں نے دیکھا کہ باوجود اس کے کہ وہ بیئرئرز بانڈز تھے، چھ سال میں صرف ۲۵ ملین ڈالرز کے بکے تھے اور وہ ہر ایک کا ریکارڈ موجود تھا تاکہ ٹیکس یا اور purpose کے لئے کوئی دیکھنا چاہئے تو وہ ریکارڈ اس وقت موجود تھا۔ انہوں نے وہ بھی دیکھا کہ اس میں بھی کوئی money

laundering نہیں ہوئی، کوئی بڑی amount نہیں تھی اور ریکارڈ سب کا موجود تھا۔ تو اس پہ ہمارا جو چھ مئی کو settlement ہوا وہ یہ تھا انہوں نے ایک cease of desist order, administration nature کا ہوتا ہے کہ جو آپ نے technical violation کی ہے اس کو cease کریں۔ violation کو desist اور for future violation اور نہ ہو۔ ہم نے یہ clarify کر دیا کہ چونکہ U.S. میں ہمارا جو وکیل تھا اس نے ہمیں غلط advice دی تو اس کی وجہ سے یہ technical violation ہوئی اور آئندہ ہم جو آپ کے Rules ہیں اس کے مطابق ان بانڈز کو فروخت کریں گے۔ اب ہم نے وہ سیکورٹی ایکسچینج کمیشن کو apply کر دیا ہے اور جو طریق کار ہے، مختلف جو وہاں Broker Companies ہیں ان کے ذریعے وہ کر کے پھر ان بانڈز کو re-float آئندہ کے لئے کر دیں گے۔ اس دوران میں ان بانڈز کی sale پاکستان میں جاری ہے۔ میں یہ بھی ذکر کر دوں کہ بنکرز نے وہ جو لیگل فرم تھی جس نے غلط advice دی تھی ان کی سروسز کو terminate کر دیا ہے۔ اس لئے یہ مسئلہ اس وجہ سے پیدا ہوا اور اس میں اخبار کی reporting unfortunately exaggerated تھی جس کی بنا پر لوگوں نے یہ motion دیئے ہیں۔ Actually ایسی کوئی کارروائی نہیں تھی۔ ہم نے اس چیز میں نہ صرف ان کو بتایا کہ ہم کوئی قانون کی خلاف ورزی نہیں کرنا چاہتے بلکہ ہماری یہ سب سے بڑی priority ہے کہ ہمارے بینکوں کی ساکھ دنیا میں بڑھے۔ وہ دنیا میں جا کے اپنی security پر قرضے لے سکیں اور اس کے لئے ہم کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہتے جس میں کسی بھی ملک کے قانون کی خلاف ورزی ہو۔ اس کام میں میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے ممبران کو بھی ساتھ دینا چاہیئے اور ایسا کوئی بیان نہیں issue کرنا چاہئے جس میں ہمارے بینکوں کی ساکھ کو نقصان پہنچے۔

جناب چیئرمین : جی خورشید صاحب۔

پروفیسر خورشید احمد : اگر وزیر محترم اتنا اور بتا دیں کہ امریکہ میں جو کچھ ہوا ہے اس کے کیا repercussions ہوئے ہیں۔ چونکہ میں ہندوستان میں تھا اور ہندوستان کے

اخبارات نے اس معاملے میں نہ صرف ان معاملات کو اٹھایا بلکہ یہ issue بھی اٹھایا کہ یہ laundering کا ایک ذریعہ ہیں۔ کیا اس بارے میں آپ کوئی بتا سکیں گے۔

جناب سرتاج عزیز : جناب چیئرمین! وہاں پر بھی ہم نے sale نہیں کیا اور جیسا کہ آپ کو پتہ ہے کہ اخبارات میں اور generally ان ممالک میں ایک prejudice ہے ہمارے بینکوں کے خلاف اور وہ نہیں چاہتے کہ ہم دنیا میں جا کے ان سے بینکاری میں جو ٹوٹل ہے اس کا حصہ لیں۔ اس لئے ہم اس میں زیادہ احتیاط کر رہے ہیں اور کرنی چاہیئے کہ ہمارے بینکوں کا جو دنیا میں future role ہے وہ مثبت ہو اور اچھا ہو۔ جو امریکہ میں خبریں چھپی تھیں اس کا کچھ نہ کچھ عکس U.K. میں بھی نظر آیا تھا۔ لیکن یہ مسئلہ خدا کے فضل سے خوش اسلوبی سے حل ہو گیا اور کوئی اس میں اب ایسی بات نہیں ہے۔

جناب چیئرمین : چونکہ یہ اسمبلی میں discuss ہو چکا ہے تو رول ۷۵ کے تحت آپ press تو نہیں کریں گے۔

سید فصیح اقبال : جناب چیئرمین صاحب، Finance Minister صاحب نے فرمایا ہے کہ انہوں نے اس کو بخوبی حل کر لیا ہے۔ امریکہ میں آئے دن اس قسم کی چیزیں پاکستان کے بارے میں، یعنی یہ حکومت نے نوٹس بہت دیر میں لیا ہے۔ یہ world news بن چکی تھی حالانکہ یہ ایسی کوئی خبر نہیں تھی۔ لیکن انہوں نے اس طرح سے دیا ہے جس طرح بی سی سی آئی (BCCI) کا ایک واقعہ ہو گیا تھا اور اس میں پاکستان کو بلاوجہ ملوث کیا تھا۔ کم از کم ان افسروں کو یا جو لوگ اس میں واشنگٹن ایمبیسی میں مامور ہیں، جس دن ایسا واقعہ ہوا تھا پاکستانی گورنمنٹ کی طرف سے یا ایمبسی کی طرف سے clarification ضرور شائع کرنی چاہیئے تھی۔ اس سے یہ ہوا کہ یہ دیر ہو گئی۔ اتنی publicity ہوئی۔ جب واقعہ خود امریکن گورنمنٹ نے کہا ہے کہ کچھ نہیں ہوا۔ تو کم از کم وزیر خزانہ صاحب کو میں درخواست کروں گا کہ جو ایسے issue ہیں ان میں ان لوگوں کی accountability بھی ہونی چاہیئے جو اس پر مامور ہیں۔ ان کی تو آپ کم از کم گوشمالی کریں۔ اگر کچھ نہیں کر سکتے تو

explanation کریں۔ ایسے موقعوں پر مسئلہ قومی ہے اور ہمارے وقار کا ہے، اس طرح سارے پاکستان کی بدنامی ہوتی ہے۔

خواجہ محمد آصف : جناب والا! اس میں جو problem trigger ہوئیں اس FEBCs کے اشتہار میں وہ جو advertisement دی گئی اس کی وجہ سے ہوا باقی جو explanation محترم وزیر خزانہ صاحب نے فرمائی ہے وہ بالکل درست ہے کہ ہمارے legal advisors نے ہم کو غلط advise کیا SEC کے پاس ہم approval کے لئے نہ گئے ہم نے New York State سے clearence لے لی یہ سب کچھ درست ہے ہمارا ریکارڈ درست ہے سب کچھ درست ہے لیکن جو American Authority کو provoke کیا ہے اس advertisement نے کیا ہے وہ advertisment اس قسم کی تھی کہ وہ بالکل ایک قسم کا implied تاثر دے رہی تھی کہ آپ money launderers کو invite کر رہے ہیں کہ وہ پیسے لائیں اور ہم ان کو launder کریں اس میں دوسری بات جناب یہ ہے کہ جیسا فصیح اقبال صاحب نے فرمایا ہے کہ بحیثیت پاکستانی ہم BCCI کے scandal میں directly یا indirectly ہیں بی سی سی آئی (BCCI) کے ساتھ کیا ہوا وہ ایک بڑی لمبی تفصیل ہے لیکن اس میں یہ چیز کہ ہمارے خلاف prejudice ہے کسی حد تک درست ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ بی سی سی آئی (BCCI) میں ایسے لوگ موجود تھے اور وہ اس وقت پاکستان میں تشریف رکھتے ہیں جنہوں نے Large scale fraud کئے جن کو پھر یہاں پاکستان میں بینکوں کے licence دیئے گئے اور اب leasing کمپنیاں اور مضاربہ کمپنیاں چلا رہے ہیں یہ ہماری سٹاک مارکیٹ کے لئے ایک بہت بڑا خطرہ ہے ہمارے ہمسایہ ملک میں سٹاک مارکیٹ میں جو سکینڈل ہو چکا ہے اگر وہی حشر ہمارے ملک میں ہوا تو یہ جتنے ہمارے خواب ہیں وہ سارے کے سارے ادھورے رہ جائیں گے یہ Economic Development کے اور صنعتی انقلاب کے اور معاشی انصاف کے یہ سارے انقلاب ادھورے رہ جائیں گے یہ لوگ جو بی سی سی آئی (BCCI) کے یہاں پر آئے ہوئے ہیں ان

کے خلاف دوسرے ملکوں میں warrants ہیں ان کے خلاف enquiries ہیں ان کے جو accomplices ہیں وہ convict ہو چکے ہیں ان کو یہاں پر مضاربہ کمپنیوں میں ڈائریکٹر بنایا جارہا ہے وہ یہاں پر بینکوں میں ڈائریکٹر بنائے جارہے ہیں خدارا اپنی فنانشل مارکیٹوں کو ان سے protect کیجئے۔

جناب چیئرمین: آپ کا شکریہ۔

خواجہ محمد آصف: اور تیسری بات advertisement جو ہے وہ یہاں وزارت سے approve ہو کر گیا ہوا تھا اس کی کم از کم کوئی explanation ہونی چاہئے کہ وہ کس طرح approve ہوا۔

(مداخلت)

سید اقبال حیدر: جناب والا! میں وزیر خزانہ سے صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ چونکہ آپ کے bearer bond کا انتہائی قابل اعتراض نکتہ وہی تھا کہ No question will be asked about the source of the.....

جناب چیئرمین: اسی وجہ سے ہوا۔

Syed Iqbal Haider : When you will announce the bonds again. Are you going to maintain the same policy or you will ask questions about the source of income.

Mr. Chairman : Minister Sahib do you want to make statement on this?

جناب سرتاج عزیز: جناب جہاں تک بانڈز کا تعلق ہے اس میں مختلف ملکوں کے rules مختلف ہیں۔ یو ایس اے (USA) میں یہ allowed نہیں ہے ایک خاص رقم دس ہزار ڈالر سے زیادہ.....

Mr. Chairman : So you will go by the law of each country.

Mr. Sartaj Aziz : By the law of each country.

جہاں اجازت ہے۔اور advertisement جو ہے وہ بھی ہم نے ۲۳ جو ہمارے بینک تھے including eight foreign banksان کو یہاں پر سٹیٹ بینک نے ڈرافٹ کی شکل میں distribute کیا ان کے ساتھ دو meetings ہوئیں اور پھر ایجنسی نے اس کو Launch کیا ہمارے ہاں No questions ask کا جو ہمارے ملک کے اندر definition ہے وہ یہ ہے کہ Tex purposes کے لئے اس سے سوال نہیں پوچھیں گے وہاں پر اس کا مقصد اور ہے اسی لئے امریکہ میں اس کی۔اور یہ ان کی recentترمیم ہے اور جو original 35act ہے اس میں نہیں تھا تو ہم ہر ملک کا low follow کریں گے اور جو تجاویز ہیں وہ ہمارے زیر غور ہیں کیوں کہ ہمارے لئے بھی اپنے بینکوں کی ساکھ جیسا میں نے کہا کرنا اور آگے کرنا ہماری اصلاحات کا بہت اہم حصہ ہے۔

Mr. Chairman : So in the light of the statement of the Minister, not pressed. Not pressed.

Mr. Sartaj Aziz : In view of rule 75 (d) not pressed.

Mr. Chairman : Not pressed O.K.

اب اس کے بعد ہے طارق چوہدری صاحب کا On the attempt to kidnap Schools Girls in Islamabad. مجھے آپ ذرا ۱۵ منٹ کے لیے اجازت دے دیں آسٹریلیا کا پارلیمانی وفد آرہا ہے تو اس کا استعمال کر کے واپس آجاتا ہوں۔

چوہدری عبدالغفور : جناب والا! جس طرح کہ پہلے فیصلہ ہوچکا ہے کہ immediately after the adjournment motion and privilege motions the legislation will start اور.....

جناب چیئرمین : آج تو وقت نہیں ہوگا میرا خیال ہے سندھ کی صورتحال پر بحث شروع کرادیں۔

چوہدری عبدالغفور : اس لیے میرا خیال ہے کہ قانون سازی کے لیے اتنا وقت نہیں بچے گا اور half heartedly ہوگا اور اتنا تھوڑا ٹائم.....

Mr. Chairman : We start discussion on Sindh situation.

چوہدری عبدالغفور : جناب یہ اجازت دے دیں کہ جس طرح پہلے ایک تجویز آئی تھی آج سندھ کی صورتحال پر بحث شروع ہو جائے اور اس کے بعد کل wind up کرنے کے بعد ہم قانون سازی شروع کریں گے۔

جناب چیئرمین : وہ کرلیں گے جو بھی بہتر تجویز ہوئی۔

جناب محمد طارق چوہدری : جناب چیئرمین یہ قانون سازی کے لیے آدھا گھنٹہ نکال لیں یہ کر ہی لیں کیوں کہ instruct کیا گیا ہے اور آپ اس میں پارٹی نہ بنیں۔

[At this stage the Chair was occupied by Mr. Hassan A. Sheikh.]

جناب پریذائیڈنگ آفیسر : جی جناب طارق چوہدری صاحب۔

(ii) RE: KIDNAPPING OF SCHOOL GIRLS IN ISLAMABAD

جناب محمد طارق چوہدری : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین۔ میں تحریک کرتا ہوں کہ عوامی اہمیت کے حامل اس قومی مسئلے کو فوری طور پر زیر بحث لایا جائے کہ قومی اخبارات کی اطلاع کے مطابق اسلام آباد میں بااثر خاندانوں کے اوباش لڑکوں نے طالبات سے بھری ہوئی بس کو اغواء کرنے کی کوشش کی اور لڑکیوں کے شور مچانے پر راہگیروں کی مداخلت سے وہ لوگ فرار ہونے میں کامیاب ہوگئے۔ اسلام آباد جیسے پرامن شہر میں جہاں پوری دنیا کے نمائندے اور سفراء رہائش پذیر ہیں اس طرح کی حرکت پوری دنیا میں پاکستان کی بدنامی کا باعث ہے اور ملک بھر میں تشویش کا سبب ہے لہٰذا اس اہم مسئلے کو فوری طور پر زیر بحث لایا جائے۔

Mr. Presiding Officer : What has the Minister concerned got to say?

چوہدری شجاعت حسین : پہلے وہ وضاحت کریں گے یا میں اس کی وضاحت کر دوں۔

جناب محمد طارق چوہدری : یہ وضاحت کر دیں۔اس پر بیان کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ایسا حساس مسئلہ ہے۔

چوہدری شجاعت حسین : جناب والا! میں اس سلسلے میں یہ گزارش کروں گا کہ یہ درست ہے کہ اس طرح کا واقعہ پیش آیا۔۲۸ تاریخ کو اس وین کو روکا گیا اور جو لوگ ملوث تھے ان میں فیصل خرم شہزاد اور محمد افضل اور طارق یہ چار اشخاص تھے اور وہاں پر ڈرائیور نے مزاحمت کرنے کی کوشش کی، لیکن اسے بھی جب جان سے مارنے کی دھمکی دی گئی۔ تو جب وہاں پر بہت سے لوگ اکٹھے ہو گئے، موقع پا کر وہ لوگ وہاں سے فرار ہو گئے۔اس مسئلے کو اسلام آباد کی انتظامیہ نے بڑی سنجیدگی سے اٹھایا۔اسلام آباد بار کونسل نے ایک سہ رکنی کمیٹی بنائی راجہ عبدالرحمان کی سربراہی میں، جو ان کے وکیل ہیں، اور انہوں نے اسلام آباد انتظامیہ کی بڑی مدد کی اور ان لوگوں کی مدد سے وہ تمام ملزمان گرفتار کر لیے گئے اور اس کے بعد وقت کے ساتھ انہیں ضمانت پر رہا کر دیا گیا اس کی مزید تحقیقات جاری ہے اور مقدمہ اس وقت عدالت میں ہے اسلام آباد کی انتظامیہ پوری کوشش کر رہی ہے کہ ان ملزموں کو سزا دلوائی جائے میں ان گزارشات کے ساتھ کہوں گا کہ محرک اس کے اوپر زور نہ دیں۔

جناب محمد طارق چوہدری : ٹھیک ہے جناب میں زور نہیں دیتا۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر : پروفیسر خورشید احمد تحریک التواء نمبر ۶۸۔

(iii) RE-INCREASE IN THE SCHOOL FEE IN ISLAMABAD MODEL SCHOOLS, ISLAMABAD

پروفیسر خورشید احمد : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں اس معزز ایوان کی اجازت چاہتا ہوں کہ مندرجہ ذیل تحریک التواء پیش کروں:

اسلام آباد کے ماڈل کالجوں اور سکولوں میں یکدم سو روپے سے دو سو روپے فیسوں کے اضافے سے متوسط درجے کے ملازمین جس طرح متاثر ہوئے ہیں مہنگائی کے اس دور میں یہ بہت بڑی ناانصافی ہے۔ ماڈل سکولوں کے اس من مانے فیصلے کو سینیٹ کی معمول کی کارروائی روک کر فوری طور پر سینیٹ کے اجلاس میں زیر بحث لایا جائے۔

سید فخر امام : Opposed میں اس کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔

پروفیسر خورشید احمد : وضاحت کر دیں۔

سید فخر امام : جناب اسلام آباد میں یہ ماڈل کالج اور سکول resolution کے تحت establish ہوئے۔ ہر ایک ماڈل کالج اور سکول کے autonomous بورڈ آف ڈائریکٹرز ہیں بورڈ کے ایک چیئرمین ہوتے ہیں جو کہ سیکرٹری ہیں اور باقی ممبرز ہیں وہ Joint Educational Adviser, Chairman Federal Board of Intermediate and Secondary Education, Financial Adviser of Ministry of Education, D.G. Federal Government Educational Institution, Principles of Islamabad Model Colleges or Schools. President of the Parent Teachers Association of these Institutions by rotation. A representative of the Teachers of the Institution or the local MNA. اصولی طور پر یہ جو فیصلہ کیا گیا تھا یہ اکتوبر ۱۹۹۱ء میں کیا گیا اور اس پر عملدرآمد مارچ اور اپریل میں ہوا۔ ہمارا یہ خیال ہے انہوں نے جو فیصلہ کیا تھا جب یہ فیصلہ میرے پاس آیا تو میں نے کہا کہ کچھ relief measures ان طبقوں کو دینے چاہئیں اور یہ جو relief measures ہیں ان کی تین catagories ہیں۔ Full or half fee concession to orphans and students from low income group, subject to satisfactory academic performance. No. 2 half fee concession to real younger brothers sisters studying in the same or any sister institution irrespective of income profile. No. 3 four scholarships perspection on yearly basis for students getting top positions in annual examination.

جناب چیئرمین! ہم نے ان کو concession دی ہے اور یہ جو admission کی فیس تھی وہ سو سے دو سو بڑھائی گئی نرسری کی۔ To class 5 from 80 to 120, for for class 6 to 8 100 to 150, class 9 and 10, 100 to 150, class 11 and

12, 130 to 195, class 13 to 14, 150 to 225. یہ اضافہ کیا گیا۔ میرا یہ خیال ہے کہ آج کی جو conditions ہیں اس پر خاصا غور و غوض کیا گیا اور یہ جو concessions دی گئیں ہیں۔ To 3 different categories میرا خیال ہے کہ جو لوگ اس profile میں آتے ہیں ان کو ساتھ ساتھ ریلیف بھی دی جائے میں نے از خود ان کو کہا تھا کہ یہ جو ہیں اس میں ضرور ڈال لیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ میرے معزز رکن اس سے اتفاق کریں گے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جناب پروفیسر صاحب۔

پروفیسر خورشید احمد : میں وزیر تعلیم کے اس جذبے کی قدر بھی کرتا ہوں اور ہم میں سے یہ ہر ایک کی کوشش بھی ہونی چاہیئے۔ اس قسم کے جب بھی معاملات پیدا ہوں اس میں relief دینے کی کوئی نہ کوئی راستہ نکالا جائے۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ تعلیم جو ایک بنیادی حق ہے اور اسلام آباد میں تعلیم کے جو مواقع ہیں خاص طور پر کم آمدنی والوں اور متوسط آمدنی والوں کے لیے۔ امیروں کا معاملہ تو یہ ہے کہ وہ تو پرائیویٹ سکولوں میں بھیجتے ہیں، آپ کے سکولوں میں نہیں بھیجتے ہیں۔ ماڈل سکولز کا concept دراصل یہ تھا بظاہر autonomous ہیں در حقیقت حکومت کی پالیسی کے تحت وہ قائم کیے گئے ہیں اور ان میں داخلوں کے بارے میں فیسوں کے بارے میں حکومت directly involved ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ وہ مکمل طور پر پرائیویٹ اداروں کی طرح ان کی حیثیت ہو۔ دوسری چیز یہ ہے ان کا مقصد یہ تھا جو تعلیم بد قسمتی سے سرکاری اداروں میں ایک عام شہری کو فی الحقیقت ملنی چاہیئے لیکن نہیں مل رہی کم از کم ماڈلز اداروں کے ذریعے سے اسے غریب اور متوسط او خاص طور پر سرکاری ملازمین اس لیے کہ میرے علم کی حد تک اخباری رپورٹ کے مطابق ۹۰ فیصدی لوگ جو پڑھتے ہیں ان کا تعلق ان لوگوں سے ہے جن کا تعلق سرکاری ملازمین سے ہے تنخواہ دار لوگ ہیں جن کی تنخواہیں فکس ہیں اور ان کی تنخواہیں ۱۰۰ فی صد نہیں بڑھیں بلکہ آپ کا دعویٰ تو یہ ہے کہ inflation بھی جو ہے وہ single digit میں آگیا

ہے۔اگر آپ کے یہ سب دعوے صحیح ہیں تو اس بات کا کیا justification ہے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ماڈل سکولز کا basic concept گوان کو autonomoun کہا گیا ہے لیکن فی الحقیقت وہ مرکزی حکومت کے تابع ہیں مرکزی حکومت نے ان کو قائم کیا ہے وہی ان کی پالیسی کنٹرول کر رہی ہے اور وہی ان میں داخلوں کے بارے میں uniform کے بارے میں، تعلیمی standard کے بارے میں، نصاب کے بارے میں basic فیصلے کرتی ہے.....

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: منسٹر صاحب نے ابھی جو explanation دے دیا اس basis پر.....

پروفیسر خورشید احمد : میں اس پر آرہا ہوں۔وہ relief دینے کی کوشش کی، بڑا اچھا کیا میں اس کی تعریف کرتا ہوں۔ لیکن ساتھ ہی وہ ناکامی ہے میری نگاہ میں جتنا اضافہ ہوا ہے جو پچاس فیصدی سے سو فیصدی تک اور کچھ چیزوں میں ۲۰۰ تک جا پہنچا ہے یہ unjustify ہے میں چاہوں گا کہ وہ اس کو review کریں اور جو relief دیا ہے وہ میری نگاہ میں ناکافی ہے۔وہ ذرا خود اس بات کو asses کریں کہ اس relief ہے کل طلباء کی population ان میں سے کتنے متاثر ہوں گے۔اور کتنے متاثر نہیں ہوں گے۔میں سمجھتا ہوں کہ بہت کم متاثر ہوں گے اس لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ ماڈل سکولز کو آپ بیکن ہاؤس کے لیول پر نہ لے جائیں بلکہ کوشش یہی کریں کہ ماڈل سکولز اس شہر کے غریب متوسط اور سرکاری ملازمین کے بچوں کے لیے فراہم رہیں اور اس بنا پر وہاں حکومت کو subsidize کرنا پڑے تو subsidize کرے۔ لیکن یہ خود self financing کی بنیاد پر کام نہیں کر سکتے۔ تو اس بنیاد پر میں سمجھتا ہوں کہ review ہونا چاہیئے۔اس لیے کہ اس میں داخلہ فارم اور پراسپیکٹس کی فیس بھی بڑھائی گئی ہے دس روپے سے بڑھا کر ۵۰ روپے کر دی ہے اور باقی فیسوں میں وزیر صاحب نے جو تبدیلی بتائی ہے وہ درست ہے تو اس بنا پر میں سمجھتا ہوں کہ اس کو review کرنے کی ضرورت ہے۔ میں بحیثیت تحریک التواء کے

اس کو اتنا press نہیں کرنا چاہتا لیکن میں چاہتا ہوں کہ issue ایسا ہے اور حکومت directly involved ہے ضرور اسکے اندر review کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی صورت پیدا کرے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر : اگر آپ review کرنے کے لیے تیار ہیں تو نہیں press کرتے۔

سید فخر امام : یہ تو Board of Governors ہی review کر سکتے ہیں میرا یہ خیال ہے کہ انہوں نے private institution کا Comparison کیا ان کی میرے پاس لسٹ ہے میں وہ پڑھ کر سنانا نہیں چاہتا ان کی جو tution کا profile ہے وہ اس سے خاصا زیادہ ہے اس سے ابھی بھی نسبتاً بہت کم کیا گیا ہے اگر پروفیسر صاحب چاہتے ہیں تو میں ان کو دکھا دیتا ہوں.....

پروفیسر خورشید احمد : اس سے compare نہ کریں۔

سید فخر امام : میں اسی لیے compare نہیں کر رہا انہوں نے یہ بات درست کی کہ ایک جگہ سو فیصد اضافہ ضرور ہوا ہے سو روپے سے ۲ سو روپے باقی جو میں نے پڑھ کر سنایا ۸۰ سے ۱۲۰، ۱۰۰ سے ۱۵۰، ۱۳۵ سے ۱۹۵ وہ ۵۰ روپے کا تقریباً profile بڑھایا گیا ہے۔ وہ percentage wise تو زیادہ آتا ہے لیکن in total quaantification term شاید زیادہ نہیں ہے اور مجھ کو بھی بالکل اسی چیز کا احساس تھا۔ اسی لیے ہم نے ان کو کہا کہ فوری طور پر آپ ان طبقات کو جو متاثر ہوتے ہیں ان کو relief profile بھی ساتھ ساتھ دیں اور اس کا مجھ کو خاص طور پر بہت احساس تھا بلکہ میری تو یہ کوشش ہے سرکاری سطح پر اس قسم کے ماڈل سکولز اور کالجز میں بہت اضافہ ہو اور پرائم منسٹر صاحب جب ہماری وزارت تعلیم میں تشریف لائے تھے تو ان سے میں نے in principle یہ فیصلہ بھی کروالیا تھا ہر سال ہم ایک ایک ماڈل سکول اور کالج میں اضافہ بھی کریں گے کیونکہ ہمارے اوپر admission کا جتنا pressure رہتا ہے شاید وہ کسی پر نہ ہو اور ہماری بھی یہ کوشش ہے

کہ standard of educations کو خاص طور پر پبلک سیکٹر میں بھی بڑھایا جائے۔ میں ان سے ضرور یہ کہہ سکتا ہوں اگر وہ کرنا چاہیں لیکن انہوں نے بھی اس پر خاصا غور و خوض کر کے کیا۔ اس میں والدین کی جو association تھی اور ان کے جو نمائندگان تھے وہ اس میں پوری طرح شامل تھے۔ ہو سکتا ہے چند آدمی اس میں اختلاف کرتے ہوں لیکن بیشتر کا یہ خیال تھا کہ ان کو جو معیار تعلیم مل رہا ہے اس کے مطابق یہ fees structure ہے تقریباً یہ صحیح ہے۔

پروفیسر خورشید احمد : ویسے اخبارات میں Teachers Association, Parent Association اور اخبار کی دوسری Associations کے بیانات آئے ہیں۔

Mr. Presiding Officer : Argument and counter argument.

پروفیسر خورشید احمد : میں صرف اتنا ہی چاہتا ہوں آپ اس معاملے کو review کرنے کے لیے Board of Governors کو کہیں وہ اس پر دوبارہ غور کرے۔ بس

Mr. Presiding Officer : It is already referred to the Board of Governors. So you do not press.

Prof. Khurshid Ahmed : On that assurance.

Mr. Presiding Officer : No, he has already shared. Time for adjournment motion is over. We will now take up discussion on Sindh situation.

سید فصیح اقبال : میرا ایک ایڈجرنمنٹ موشن واپڈا کے اوپر تھا۔

Mr. Presiding Officer : Time is over, time is over.

سید فصیح اقبال : جب میرا مسئلہ آتا ہے۔ تو آپ کہتے ہیں کہ time is over

Mr. Presiding Officer : Stop the clock, do not stop me.

Syed Fasieh Iqbal : I know you are very punctual but sometime.

Mr. Presiding Officer : Leader of the Opposition.

FURTHER DISCUSSION ON LAW AND ORDER SITUATION IN SINDH

Mr. Yahya Bakhtiar : Mr. Chairman, Sir, on the situation in Sindh I made some submissions yesterday, I would like certain clarifications to be made. I never said what the newspapers reported that resort should be made to Article 245. Yes, I said that the only correct provision of the Constitution under which action could be taken was Article 245 but I never said that the military courts should be established. And it was reported in one paper, 'The Muslim' that I pleaded for the military courts to be established. Never, I do not believe in military courts, I do not believe in special courts, I do not believe in speedy courts, I do not believe in summary courts, I only believe in ordinary law and ordinary courts and that should be my appeal to the military authorities also who are acting in Sindh in aid of civil power. Please go to the ordinary courts under ordinary law whatever action you want to take. That is all Sir I have to say.

Mr. Presiding Officer : So, now Mr. Abdur Rahim Mandokhel sahib.

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل : جناب چیئرمین! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے ملک میں امن و امان کے مسئلہ پر، بالخصوص سندھ میں، موجودہ military operation کے حوالے سے بات کرنے کا موقع دیا ہے۔ جناب چیئرمین! سندھ کا موجودہ military operation اور ملک میں عمومی طور پر امن وامان کا مسئلہ اس وقت انتہائی ایک ایسے مرحلے پر پہنچ گیا ہے کہ ایک طرح سے ہمارا آمنا سامنا ایک خطرناک صورت حال سے ہے۔

جناب والا! اس کے بنیادی طور پر ایسے اسباب ہیں، جیسے سیاسی، معاشی ثقافتی حتیٰ کہ انتظامی، اور اب جو صورت حال سامنے آ گئی ہے کہ آرٹیکل ۱۴۷ کے تحت سندھ میں military operation کی ہدایت کی گئی ہے۔ اس کے بارے میں ہم اور ہمارے دوسرے

ساتھی اور بزرگ بھی سمجھتے ہیں کہ ملک میں جو استحصال ۴۲ سال سے، قیام پاکستان سے لے کر آج تک جو ہوا۔ یہ جو کچھ ہوا ہے اس کا سبب وہ استحصال ہے جو قومی رنگ میں، طبقاتی رنگ میں ہوا ہے اور اس استحصال کے نتیجے میں یہاں جو سیاسی قوتیں ابھری ہیں اور انہوں نے ملک کی آئینی زندگی میں مسلسل ایسے ادارے قائم کرنے کا موقع نہیں دیا اور جو اس ملک کو جمہوری انداز میں چلا سکیں اور اس ملک کے مسائل خواہ وہ قومی ہوں یا طبقاتی ہوں، جو بھی اس کے پہلو ہوں ان کو جمہوری اداروں میں بااختیار اداروں میں، مقتدر اداروں میں حل کیا جائے۔ میں تفصیلات میں تو وقت کی کمی کی وجہ سے نہیں جاؤں گا۔

جناب والا! میں عرض کرتا ہوں کہ اس ملک میں مسلسل مارشل لاء رہا ہے۔ جو وقت ہمارا مارشل لاء کی زندگی میں گزرا ہے وہ ان آمرانہ قوتوں کی وجہ سے گزرا ہے۔ ان کی یہ کوشش رہی ہے کہ جمہوری ادارے نہ بن سکیں۔ بنیادی حقوق کی خلاف ورزی ہو اور پھر وہ اس کے ذریعہ سے اپنے قومی استحصال، طبقاتی استحصال کو جاری رکھ سکیں اور پھر اس کے ساتھ ان آمرانہ قوتوں نے خارجہ پالیسی بھی ایسی بنائی کہ اس ملک کو یورپین، امریکن اور میں یہ کہوں گا کہ خواہ یہ اصطلاح ذرا اب out of fashion ہو گئی ہے کہ imperialism کے ساتھ رہن رکھ کر، اس ملک کی زندگی، خواہ وہ پیداواری ہو، خواہ اس کی زندگی کے دوسرے پہلو ہوں، جس طرح چاہیں، چلائے۔ اس لئے مجموعی طور پر ہمارے حالات اس نہج پر پہنچ گئے ہیں کہ صورت حال آپ کے سامنے ہے۔ کسی کی یہ ذاتی خواہش اور پسند نہیں ہے کہ ملک میں بدامنی پیدا ہو۔ میں کہتا ہوں کہ ایسے حالات پیدا کئے گئے ہیں۔

جناب والا! میں ان اداروں کا بالخصوص ذکر کروں گا کہ یہاں ہماری فوج اور سول بیوروکریسی نے مسلسل یہ کام دیدہ دانستہ کیا اور پھر اس کے لئے جناب والا، انہوں نے ادارے ایسے اندر بنائے ہیں جس کو یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ intelligence کا ادارہ ہے۔ اور پھر انہوں نے ملک میں سیاست کا جو طریقہ کار بنایا ہے، وہ ہے دہشت گردی۔ ایک کو

دوسرے کیخلاف لڑانا یعنی ملک میں جمہوری اداروں کے پنپنے کے خلاف، اس ملک میں، ایک انگریزی میں لفظ استعمال ہے depoliticking کہ تمام ملک کے عوام جو ہیں وہ سیاست سے بے زار ہوں اور ایسے ادارے سامنے آئیں، ایسی قوتیں سامنے آئیں جو law and order، آئین جمہوریت، اور دوسرے ایسے اداروں کی مخالفت کریں۔ اسی کے نتیجے میں جناب والا ہمارا ملک دوچار ہے اور آج جو ہمارے ہاں معاشی بحران ہے اور یہاں ہمارے وزیر صاحب ہر وقت یہ کہتے ہیں کہ ہم اب معاشی طور پر دیوالیہ پن کی stage تک پہنچ گئے ہیں۔ ہمارے اس سال کا بجٹ مکمل طور پر قرض ہے۔ پچھلے سال کا بھی Non-develop-mental یعنی developmental جو فنڈ تھا ایک کھرب تک تھا، یہ مکمل قرض تھا۔ یہ ہماری معاشی صورت حال ہے۔ اور اسی طرح ہماری زندگی کے جو باقی معاملات ہیں وہ بھی ایسے ہیں۔

جناب والا! ہم نے اپنی خارجی سیاست بھی ایسے رکھی اور یہ ارادے سے رکھی پلان سے رکھی، اس کے تحت ہم نے دوسرے ممالک میں مداخلت کی اور وہ پالیسی کس نے بنائی اس کو یہاں انہوں نے اس پالیسی کو ایسے پیش کیا جیسے کہ یہ پاکستان کے عوام کی پالیسی ہے، جیسے کہ یہ جمہوری پالیسی ہے۔ جیسے کہ ابھی ہمارے محترم بزرگ نے افغانستان کے بارے میں کہا کہ "جہاد افغانستان"..... کون سا جہاد افغانستان..... براہ راست افغانستان میں مداخلت..... تمام دنیا نے امریکہ سے یورپ، یورپ سے سعودی عرب تک۔ سعودی عرب سے فارس تک دیکھ لیا ہے کہ، اور سب اس پر متفق ہیں کہ انہوں نے افغانستان میں مداخلت کی، اسلحہ افغانستان کے خلاف استعمال کیا، پیسہ افغانستان کیخلاف استعمال کیا اور جو حالات افغانستان میں ہوئے، ان کی تفصیل میں میں اس وقت نہیں جا سکتا۔ بہر حال اب اسلحہ اس ملک میں عام ہے۔ میں نے کل اخبار میں پڑھا کہ جھنگ میں جو آپریشن ہو رہا ہے، کلین اپ آپریشن، اس میں وہاں کے ڈی سی صاحب نے فرمایا ہے کہ ایسے وہاں پر گن استعمال ہوئے ہیں جو کہ ایک فٹ سٹیل سے پار ہو سکتے ہیں۔ یہ اسلحہ کہاں سے آیا۔ یہ اسلحہ

جناب والا، گورنمنٹ اور فوج کے ان اداروں نے عام کیا جو کہ یورپ سے، چائنا سے اور دوسرے ممالک سے یہاں لائے۔ اب ان حالات میں ایک طرف تو ایسا اسلحہ جو کہ کلاشنکوف تک بھی محدود نہیں بلکہ ایسا اسلحہ جو کہ اس پارلیمینٹ کو ایک فائر سے اڑا سکتا ہے موجود ہے اور دوسری طرف کچھ بھی نہیں۔ اس کے بعد جناب والا! ہم رونا روتے ہیں کہ اسلام آباد میں بچیوں کو اغواء کیا گیا یہ اغواء کیسے ہوں گے۔ یہ اغواء کیسے نہیں ہوں گے۔ جب ایک آدمی کے ہاتھ میں راکٹ ہے، اور وہ ایسا کرنا چاہے تو کون اسے روک سکتا ہے، کوئی نہیں روک سکتا تو جناب والا! میری غرض ہے کہ ایک ارادے سے، ایک پلان کے تحت یہ اسلحہ گورنمنٹ نے دیا ہے۔ جناب والا، یہ حالات ہیں اس وقت۔

اب میں سندھ کی طرف آتا ہوں، سندھ میں کہتے ہیں کہ ڈاکوؤں کا راج ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے علم میں ہے کہ جیسے میں نے پہلے عرض کیا کہ depoliticking ہے انہیں اداروں نے یہ مسئلہ پیدا کیا۔ سندھ کا مسئلہ جو ہے یہ socially politically حل ہو سکتا تھا۔ وہاں پارٹیاں اگر پینیتیس تو وہ پارٹیاں یہ مسئلہ جمہوریت کے لئے حل کر سکتی تھیں لیکن جب یہاں ایک طرز یہ اختیار کیا گیا ہے کہ depoliticking ہو۔ لہٰذا انہوں نے اس مسئلہ کو سماجی طور پر، سیاسی طور پر حل کرنے کا موقع نہیں دیا تو پھر لوگوں نے کیا کیا..... لوگوں نے ڈاکے ڈالنے شروع کئے بلکہ میں یہ کہوں گا کہ ڈاکو بنانا بھی انہیں اداروں کا کام تھا۔ ہم جانتے ہیں۔ سب جانتے ہیں کہ ڈاکو پہلے گورنمنٹ نے بنائے تاکہ عام لوگوں کو terrorise کیا جائے، دہشت زدہ کیا جائے۔ سیاست دانوں کو مارا جائے اور اب جب ڈاکو اتنے زیادہ ہو گئے ہیں، خود کہتے ہیں کہ ۲۵ ہزار ہو گئے ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہر ڈاکو کی اپنی ملٹری ہے تو جب یہ پوزیشن ہو گی تو حالات ایسے ہی ہوں گے۔ اور اب یہ واویلا مچا رہے ہیں کہ امن و امان خراب ہے اور ہم ڈاکو راج کے خلاف لڑ رہے ہیں۔ ڈاکو کس نے بنایا۔ وہاں اسلحہ اور راکٹ کس نے پہنچائے۔ ان کو وہاں کس نے organise کیا..... جناب یہی گورنمنٹ تھی۔ گورنمنٹ سے مراد صرف یہ گورنمنٹ نہیں بلکہ مارشل لاء کے دور سے

سلسلہ چل رہا ہے اور آج تک یہ ایسے ادارے بنا رہے تھے اور اب جو صورت حال ہے، اس کے بارے میں اب ہم کہہ رہے ہیں کہ یہ ہمارے قابو سے باہر ہو گئی ہے۔ یہاں پارلیمینٹ کا ایک ممبر کھڑے ہو کر کہتا ہے کہ میں جہاد افغانستان کر رہا ہوں۔ یہ نام نہاد جہاد افغانستان ہے۔ انہوں نے یہاں اپنی طرف سے explanation بھی دی ہے کہ ہم نے کچھ نہیں کیا۔ میں جناب اس وقت کسی کی integrity پر بات نہیں کرتا۔ لیکن جناب والا! میں پوچھتا ہوں کہ عید کے گوشت سے کتنا چندہ جمع ہوتا ہے اس ملک میں، کہ اس گوشت سے گلبدین، برہان الدین، مجددی صاحب کو پال سکیں۔ جناب والا! وہ جو ایک بچارو اور ایک فور وہیلر جو استعمال کرتے ہیں وہ بیس بیس لاکھ کی ہوتی ہیں ہم بھی سیاسی پارٹی ہیں ہم یہ چندہ کیسے جمع نہیں کر سکتے۔ اور بات یہ جو یہاں کرتے ہیں یہ صحیح بات ہے اور انہوں نے بجا فرمایا ہے کہ مبلغ زیادہ کن۔ ان کے پاس مبلغ کا اختیار تھا۔ اور مبلغ کو تقسیم کر رہے تھے۔ اتنا مبلغ دے سکتے تھے کہ افغانستان کو وہ وہاں قتل عام کرا سکے۔ یہ گوشت کے مبلغ سے نہیں ہو سکتا۔

جناب والا! آج اخباروں اور کتابوں میں واضح آیا ہے ہم مانتے ہیں بریگیڈئر یوسف نے خود فرمایا ہے کہ ہم یہ کارروائی کر رہے تھے اور امریکہ اور یورپ والے اس پر متفق ہو گئے ہیں یہ بات یہاں اربوں، کروڑوں کی نہیں ہے میں کہتا ہوں کھربوں ڈالر کی بات ہے۔ ہم وہ اسلحہ دیکھ سکتے ہیں کہ تین سو ٹرک جب ایک دن میں کلاشنکوف سے بھرے ہوئے نکلتے ہیں ایک کلاشنکوف کی قیمت آج جو بالکل نیچے آ گئی ہے وہ دس ہزار ہے آپ حساب لگائیں کہ ایک ٹرک کلاشنکوف کی کیا قیمت ہو گی۔ یہ تمام اسلحہ سعودی عرب، یورپ اور چائنا کا یہ اس کے کنٹرول میں تھا۔ ان لوگوں کے ہاتھ میں تھا اور تھی بات "مبلغ زیادہ کن"، تواضع کم کن، مبلغ زیادہ کن"۔

جناب والا! بہر صورت، سندھ میں اب جو صورتحال بن گئی ہے وہ آج کیا ہے؟ بالکل جناب والا! ہر شخص جانتا ہے کہ کوچے کوچے میں علیحدہ حکومت ہے۔ آج سندھ کی

حکومت اور پارٹیاں، ان کا سب سے بڑا افتخار یہ ہے کہ اگر کوئی ڈاکو کسی کو اغواء کرے تو اسے کم ریٹ پر رہا کرواتے ہیں تو یہ ہے سیاسی پارٹیوں کا رول اور میں جناب اصرار کرتا ہوں کہ یہ رول جناب والا! ان اداروں نے کروایا۔ سیاسی پارٹیوں کو torture کیا ہے terrorise کیا ہے، اور تقسیم کیا ہے۔

جناب والا! سندھ میں آج ہم یہ کہتے ہیں کہ ملک کے آئینی اور سیاسی اداروں نے ملک کا آئین نہیں بننے دیا گیا۔ جو بھی تھا اس کی تفصیل میں، میں نہیں جارہا ہوں۔ آج جو بھی ادارے ہیں جن کی کارکردگی سے ہم بالکل مطمئن نہیں ہیں۔ لیکن جو بھی ادارے ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ ان کی حکومت ہونی چاہیئے۔ اس پارلیمنٹ کی حکومت ہونی چاہیئے۔ اس صوبائی اسمبلی کی حکومت ہو اور انتظامیہ اس کے تابع اور جوابدہ ہونی چاہیئے۔ جو بھی حالات ہیں امن و امان کا یا دوسرا مسئلہ ہے اس کے سامنے انتظامیہ جوابدہ ہونی چاہیے۔ پہلے کی انتظامیہ اور کچھ فوجی اداروں کا بھی اس میں رول تھا، ناکام ہو چکی ہیں۔ اب یہ ملٹری آپریشن پہ آگئے ہیں جو ہو رہا ہے لیکن جناب والا ملٹری آپریشن کے نقصانات آپ نے دیکھے ہیں۔ لاہور میں، بنگال میں اور پھر جو کوئٹہ میں ملٹری آپریشن ہوا ان کے نتائج آپ کے سامنے ہیں۔

یہاں کچھ دوستوں نے اظہار کیا کہ ملٹری کو فری ہینڈ دیا جائے یہ صحیح نہیں ہے۔ مجموعی طور پر اس ملک کی صورتحال کچھ ایسی ہے کہ یہاں کے مسائل آپ کو حل کرنے ہیں یہاں یہ بھی فرمایا جاتا ہے کہ جناب شیعہ سنی مسئلہ ہے لیکن یہ مسئلہ کس نے پیدا کیا۔ جب آپ نے یہاں سعودی کو اور اس کے پیسے کو دعوت دی ہے اور کہتے ہو کہ اسلام کی خدمت کو آئے ہیں جب آپ نے فارس والوں کو دعوت دی ہے اور آپ کہتے ہیں کہ اسلام کی خدمت کر رہے ہیں۔ آج جھنگ میں جو ایک دوسرے کو مار رہے ہیں آج ڈی سی نے فرمایا ہے کہ ۱۵۷ افراد اب تک جھنگ میں مارے گئے ہیں۔ اور ابھی نارد رن ایریا میں مر رہے ہیں، اور آئندہ کے لئے یہ مریں گے۔ تو اس میں ہماری خارجہ پالیسی یہ ہے کہ جو یہاں

ہمارے بزرگ فرماتے ہیں جناب والا ہم جہاد کر رہے ہیں۔اور جہاد کے بہانےcoloniest، exploiter سعودی کیمپ colonialist سمجھتے ہیں جناب والا!اور وہ یہاں ان علاقوں میں اپنا قبضہ کرنا چاہتے ہیں، افغانستان میں جو انہوں نے بتایا وہ ذرا دیکھیں یہ جہاد کے بہانے، بلکہ میں یہ کہوں گا کہ اسلام کے ناجائز استعمال کے ذریعے سعودی اور فارس والوں نے افغانستان کو برباد کیا اور وہی نتیجہ اب پاکستان میں آرہا ہے۔اور جب ان کے جو مسلک ہیں لیکن جناب والا مجھے یقین ہے کہ جو انہوں نے سیاست کی ان کا کوئی مسلک نہیں۔ان کا تو ایک ہی مسلک ہے کہ سعودی بادشاہ اور اس کے خاندان کا تحفظ ہو اور علاقے ملیں۔یہ ٹھیک ہے ہم ان کی عرب ہونے کے ناتے بڑی عزت کرتے ہیں اور رسول ﷺ کے روضہ پر بیٹھے ہیں۔لیکن ہماری اس مسلمانی اور اسلام کا ناجائز فائدہ اٹھا کر انہوں نے ہمیں ذبح کیا۔ افغانستان میں پہلے ذبح کیا اور اب جھنگ میں ایک دوسرے کو ذبح کر رہے ہیں۔

اسی طرح فارس والے یہاں بھائی کی حیثیت سے آکر اسلام کے بڑے علمبردار بنے اور اب ہمیں پھر مروا رہے ہیں۔اور یہاں جو بھئی کہہ رہے ہیں کہ شیعہ سنی ایک دوسرے کو نہ ماریں۔یہاں ایک خواہش کا اظہار کیا جاتا ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور اس ملک کے رہنے والے ہیں۔ ہم ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ ہم ایک دوسرے کو کیوں ماریں۔یہ ایک خواہش ہے۔ اصل حقیقت جناب والا یہ ہے کہ ہم یہاں interested colonialist لائے ہیں۔ ہم نے بہانہ کیا ہے کہ آپ اسلام کے علمبردار ہیں اور سب سے بڑے اسلام کے علمبردار آپ ہیں تو جناب والا یہ ہے ہماری اپوزیشن، اس ملک میں پہلے سے قوموں کے حوالے سے زیادتی ہوئی ہے اور آج وہ آپ نے سوالات میں دیکھا ایک وزیر اعظم ہاؤس میں تین سے چار سو بڑی posts پر مظلوم قوموں پشتون یا سندھی پنجابی کا کوئی نہیں تھا.....

اخوانزادہ بہرور سعید : جناب مقرر صاحب سے میں درخواست کرتا ہوں کہ وہ سندھ صورتحال پر اپنے خیالات کا اظہار کریں.....

(مداخلت)

Mr. Presiding Officer : I have reminded him that he should wind up, please only one minute he has, don't disturb him, he has a right to speak and he is relevant.

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل : جناب والا! میں general بات کر رہا ہوں۔ وہ واقعات اور اس کے بعد میں particularly پر بات کر رہا ہوں اور اس کو ثابت کرنے کے لئے کہ یہ politics ہے تو اس حوالے سے جناب والا! جو مسائل ہم نے بنائے ہیں یہاں اسی طرح ایک بات یہاں انہوں نے بھی فرمائی ہے میں یہ مسئلہ اس طرح یہاں نہیں پشتون بلوچ کا لانا چاہتا ہوں۔ جناب والا! وہ مسئلہ ہے اس میں ایک دوسرے سے جیسے قاضی صاحب نے فرمایا ہے عدل و انصاف، ہم عدل و انصاف مانگ رہے ہیں۔ اس ملک کے شریک کی حیثیت سے عدل و انصاف ہم مانگ رہے ہیں۔ اور عدل و انصاف کے معنی یہ ہیں کہ ہم برابر بھائی ہیں۔ تو یہ مسئلہ ہے آپ مجموعی طور پر اس ملک کے مسائل جو ہمارے سامنے درپیش ہیں یہ جناب والا سیاسی حل نہیں ہے.....

Mr. Presiding Officer : Your time is over please.

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل : جناب والا! یہ سیاسی حل سے ہے۔ یہ ملٹری آپریشن جو آپ کر رہے ہیں ان مسائل کا یہ حل نہیں ہے بلکہ اس کو آپ مزید شدید کر رہے ہیں.....

Mr. Presiding Officer : Your time is over, I cannot give you more time, I have certain instruction

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل : جناب والا! میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ ملٹری آپریشن قطعاً صحیح نہیں ہے۔ Article 147 کے تحت آپ نے وہ اختیار دیا اس میں ایک بات میں گورنمنٹ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ میں ایم کیو ایم کا حامی نہیں ہوں بلکہ میں مخالف ہوں۔ لیکن ایک بات میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ انیس تاریخ کو یہ کیا واقعات ہوئے کہ آپ

نے نئی نئی چیزیں دکھائیں۔ میں یہ نہیں سمجھتا کہ یہ آپ کی کردار کشی کا ایک عمل نہیں ہے۔ تو میری عرض یہ ہے جناب والا.....

Mr. Presiding Officer : Next Speaker please.

(Interruptions)

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل : میری عرض یہ ہے کہ ۲۴۵ بالکل نہ اختیار کیا جائے۔

Mr. Presiding Officer : I have no right, I have no authority please. Mr. Faseih Iqbal Sahib.

سید فصیح اقبال : جناب چیئرمین صاحب! چونکہ سندھ کی ایسی situation اس ملک کے لئے ہے کہ سب سے بڑا قومی مسئلہ ہے اور اس میں آپ نے چونکہ وقت کا تعین کر دیا ہے یہ مقررین کے لئے کوئی انصاف نہیں کیونکہ ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ.....

Mr. Presiding Officer : That is waste of your time, go ahead.

سید فصیح اقبال : اچھا جناب آپ اتنے سخت ہو گئے ہیں کہ مجھے تو کبھی کبھی chance ملا ہے۔ ہم آپ کے بڑے مداح ہیں لیکن اتنا نہ رکھیں، دو چار منٹ مجھے دوسرے دوست دیں گے۔ جناب سب سے پہلے تو میں بتاؤں گا کہ سندھ کی situation پیدا کیوں ہوئی۔ اس میں جہاں سندھ کے عوام کی محرومیوں کا مسئلہ آج تک کسی بھی فیڈرل گورنمنٹ نے، پہلے جب ۱۹۴۷ء میں پاکستان قیام عمل میں آیا تو یاد ہو گا جناب چیئرمین صاحب! سندھ صوبے نے پاکستان کے لیے سب سے پہلے ۱۹۴۵ء میں resolution پاس کیا۔ یہ سندھ صوبہ ہی تھا کہ جس نے قائداعظم کا پورے sub-continent میں سب سے بڑا ساتھ دیا۔ Minority صوبوں میں جنہوں نے پاکستان کے لئے ووٹ دیا۔ پاکستان وہاں نہیں بن

رہا تھا۔ پاکستان جس خطے میں بن رہا تھا اس میں چاروں صوبوں میں سندھ کا رول سب سے بڑا نمایاں اور سندھ کا سب سے مستحسن قدم تھا۔ اس سندھ کے ساتھ ایسے حالات ہوں اور سندھ کے لوگ اب مشکوک ہوں اس کیلئے تمام لوگوں کے لیئے یہ لمحہ فکریہ ہے۔ یہ دیکھئے کہ سندھ کیساتھ جو زیادتیاں ہوئی ہیں، میں سندھ کے تمام رہنے والوں کو، میں سمجھتا ہوں کہ شاید اس کو کچھ لوگ ناپسند کریں، یہ کوئی جذباتی چیز نہیں ہے۔ یہ ایک ideal situation ہوتی کہ پاکستان میں ایک قوم پاکستانی ہوتی۔ لیکن حقیقت کے برعکس ایسا نہیں ہے۔ سندھ میں جو بھی رہتا ہے، جس قسم کی جو بھی زبان بولتا ہے اس کی شناخت سندھ سے ہے اور وہ بالکل سندھی بن کے رہے گا۔ پاکستان میں اگر چار صوبے ہیں۔ ابھی آپ اس پوزیشن میں نہیں پہنچے۔ ابھی تک آپ نے جن مقاصد کیلئے پاکستان حاصل کیا تھا اس میں حکومت بری طرح ناکام ہوئی ہے اور ملک میں جتنی بھی حکومتیں آئی ہیں انہوں نے اپنے کسی نظام کو نہیں بدلا۔

تعلیمی نظام آپ کا بد سے بدتر ہوا ہے۔ آپ کا اقتصادی نظام بد سے بدتر ہوا ہے۔ اتنی محرومیاں ہوئی ہیں کہ آج سندھ میں ایک خطے کے لوگ، سندھ میں بھی کئی علاقے ہیں۔ اگر آپ حق کی بات کرتے ہیں تو سندھ میں کئی حصے ہیں۔ ان کے حقوق ہر علاقے پر آپس میں منتج ہیں۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ اربن اور رورل کا مسئلہ بھی حکومت پاکستان نے سرفہرست رکھا ہے۔ کیونکہ ان دیہی لوگوں کے ساتھ اور ان شہری آبادیوں کیساتھ ایک تو جو غلط فہمیاں پیدا ہوئی ہیں اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ سندھ کے ساتھ مسلسل مرکز نے زیادتی کی ہے اور میں آج کی حکومت کو مورد الزام نہیں ٹھہراتا۔ جتنی بھی حکومتیں رہی ہیں، اس میں سندھ کے لوگ بھی حکومت میں تھے۔ لیکن کوئی سسٹم ایسا نہیں بنایا گیا جس میں سندھ کے لوگوں کی تمام برائیوں کا اور ان کی مصیبتوں کا حل ڈھونڈا جاتا۔ سندھ وہ خطہ تھا جس نے پاکستان کے سب سے زیادہ لوگوں کو جگہ دی۔ ان کی عزت کی۔ ان کو ایسے مقام پر لایا کہ آج سندھ میں میں کہتا ہوں کہ ethnic problems سے پہلے کراچی سب سے

پہلے پاکستان کا شہر تھا جو پاکستان کہلانے کے مطابق تھا۔ اس میں ہر علاقے کے خطے کے لوگ تھے۔ جو آج کل رپورٹس آ رہی ہیں، غیر ملکی دس لاکھ وہاں موجود ہیں۔ کتنی بڑی زیادتی اس صوبے کے ساتھ ہے کہ اس کے حقوق پر، اس کی آمدنی پر، اس کے ذرائع پر دوسرے ملک کے لوگ بھی قابض ہوں۔ یعنی ایک طرف مسئلہ یہ تھا کہ اپنے ملک کے لوگ نہیں بلکہ دوسرے ملک کے۔ اس لئے کہ کبھی بھی وفاقی حکومت نے اس طرح توجہ نہیں دی۔

مرحوم بھٹو صاحب کی جب گورنمنٹ تھی اس میں بھی یہ طے ہوا کہ جو صوبوں کے ساتھ مرکز نے سلوک روا رکھا اس میں میرا صوبہ بلوچستان بھی شامل تھا۔ میں ایک بلوچستانی کی حیثیت سے سمجھتا ہوں کہ بھٹو صاحب کے وقت میں صوبوں کو municipalities کے طور پر چلایا گیا ہے۔ ان کے چیف منسٹر چیف افسر کی طرح تھے۔ ٹھیک ہے ایک پارٹی کی گورنمنٹ تھی۔ لیکن اس پارٹی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ اس علاقے کے تمام بسنے والے لوگوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالیں اور ہر گورنمنٹ نے اس کی تقلید کی۔ آج بھی مسلم لیگ کی حکومت ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ وفاقی حکومت کے جو وزراء ہیں، جو اس وقت پالیسی بناتے ہیں ان کو اس وقت یہ احساس نہیں ہوتا کہ پاکستان چاروں صوبوں کے مختلف علاقوں پر مشتمل ہے۔ پاکستان خود کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ آپ اسلام آباد بیٹھ کے خود پاکستان کہلوائیں۔ پاکستان خطے کا نام ہے، چاروں صوبوں کا نام ہے۔ جب ان چاروں صوبوں کے لوگ جو لوگ سوچتے ہیں ان کے بارے میں آپ کو علم ہونا چاہیئے کہ ان کے ساتھ زیادتی کیا ہو رہی ہے ملازمتوں میں سندھ کے ساتھ زیادتی ہوئی۔ ان کا نظام آپ دیکھیں، کراچی جیسا بڑا شہر آج وہاں دنیا کا ناقص ترین ٹرانسپورٹ سسٹم ہے۔ اس لئے کہ کبھی بھی حکومت نے توجہ نہیں دی۔ گورنمنٹ نے سندھ پر پچاس کمیشن بنائے۔ لیکن ایک کمیشن پر توجہ نہیں دی۔ حال ہی میں سینیٹ نے آپ کو یاد ہوگا ۱۹۸۸ء میں آپ بھی اس کے ممبر تھے۔ احمد میاں سومرو صاحب کی سرکردگی میں یہ کمیٹی

بنائی تھی سینیٹ نے Special Committee for situation of Sindh ۔ ہم نے چھ ماہ سندھ کے تمام علاقوں میں دورے کئے۔ ہم نے تمام وہاں کے دانشوروں اور سیاسی رہنماؤں سے ملاقات کی۔

Irrespective of any alliance مسلم لیگ ہو، جی ایم سید صاحب کے پاس بھی سن گئے۔ ہم وہاں جتوئی صاحب کے گھر گئے۔ ہم نے الطاف حسین صاحب سے بھی ملاقاتیں کیں۔ سب کا مسئلہ یہ ہوا کہ جتنی grievances تھیں ہم نے نوٹ کیں اور بغیر کسی بحث کے ایک رپورٹ بنائی۔ آج تک افسوس ہے کہ سینیٹ میں اس رپورٹ کا کبھی ذکر نہیں ہوا کسی نے بحث نہیں کی۔ یہ حکومت کی کتنی بڑی ناکامی کا ثبوت ہے کہ وفاقی حکومت نے جتنی بھی رپورٹیں بنائیں وہ سب مقفل الماریوں میں بند ہیں۔ کتنے کمیشن بنے، مسعود الزمان کمیشن، اس میں ساری چیزیں معلوم ہیں۔ جتنی تکالیف ہیں identified ہیں۔ سندھ کا یہ عالم ہے کہ اس کو آپ محسوس کریں کہ ۱۹۷۳ء کے آئین کے بعد چاروں وحدتوں کا ایک یونٹ ہے اور وہ فیڈریشن کا نام ہے۔ اس میں آپ بتائیں کہ سندھ کو اس وقت کیا ملا ہے۔ اگر آپ یہ محسوس کرتے ہیں، یہ اخبارات میں آچکی ہے۔ آج پی آئی اے کا چیئرمین، WAPDA کا چیئرمین، یہ وہ ادارے ہیں جو آئینی ادارے ہیں۔ جس میں پورے پاکستان کے تمام خطوں کا حصہ ہے۔ اس میں آپ ڈائریکٹر تک نہیں رکھتے۔ یہ حکومتیں جو ہیں ان کی آزاد حکومت ہوتی ہے۔ اس کو آپ care free حکومت نہیں کہہ سکتے۔ اتنی بڑی منتخب حکومت کو یہ احساس نہ ہو کہ ان فیصلوں سے، ٹھیک ہے اگر آپ merit کا نام لیتے ہیں یہ یہ بعض پوسٹیں ایسی ہوتی ہیں اس صوبے سے جو عوام کے متعلق ہوتی ہیں۔ پی آئی اے میں اس وقت جگہ خالی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ سندھ کا حق ہے۔ اس میں یہ نہیں کہ کس آدمی کو۔ لیکن آپ دیکھیں پاکستان میں ہر خطے میں ایسے قابل لوگ ہیں۔ قابل اعتماد لوگ ہیں، پڑھے لکھے لوگ ہیں اور تجربے کار لوگ ہیں۔ اس لیے یہ سیاسی فیصلے نہیں یہ ان کا حق بنتا ہے۔

آپ دیکھئے جتنی بھی اس وقت کارپوریشن ہیں اس میں سندھ نظر نہیں آتا۔ فیڈرل سروسز کمیشن ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ آپ نے جو فیصلے کئے ہیں یہ سمجھ کے نہیں کئے کہ وہ پنجاب کا ہے یا سرحد کا ہے۔ لیکن آپ یہ دیکھئے اور یہ محسوس کیا جانا چاہیئے پاکستان کے بارہ کروڑ عوام کو کہ جو ادارے ہیں اس میں چاروں صوبوں کی نمائندگی ہے۔ بلوچستان کا آپ کے محکمے میں کسی بھی جگہ نظر نہیں آتا۔ یہ کوئی مجھے اچھا نہیں لگتا کہ بار بار میں یہ بتاؤں کہ فلاں چپڑاسی نہیں ہے۔ لیکن یہ حکومت وقت کا فرض ہے، اس میں صدر صاحب بھی آئینی سربراہ ہیں۔ ہم نے ان کو ووٹ دے کر صدر منتخب کیا ہے۔ ان کا فرض ہے کہ وہ اس چیز کو دیکھیں۔ اگر ان کا سیکرٹریٹ سارا دن کام کرتا ہے تو ان چیزوں پر کیوں توجہ نہیں دیتا کہ ان صوبوں کی نمائندگی کیوں نہیں ہے۔

بینکنگ کونسل ہے، آج پاکستان میں بینک کا نظام ختم ہو کر رہ گیا ہے۔ چالیس سال میں آپ بتائیں کہ دیہی سندھ میں کتنی انڈسٹریز لگی ہیں۔ اب ایسے حالات ہو گئے ہیں کہ سندھ سے انڈسٹری منتقل ہو رہی ہے۔ میں نہیں کہتا کہ کسی صوبے کا نام لوں۔ آج نواب خیر بخش مری کا ایک بہت اچھا بیان آیا ہے۔ انہوں نے طے کیا کہ پنجاب ہمارا بڑا بھائی ہے۔ لیکن ہمارے ساتھ اپنے چھوٹے بھائی کے طور پر تو سلوک رکھے۔ میرا خیال ہے کہ ایسا بیان ایک ایسے شخص سے جو گیارہ سال کے بعد آیا ہے ہمیں welcome کرنا چاہیئے کہ انہوں نے accept کیا ہے اس reality کو لیکن کم از کم، وزیراعظم پنجاب کے چوہدری محمد علی بھی تھے۔ لیکن وہ لوگ ایسے دور میں تھے کہ جنہوں نے اصول پر استعفے دیئے۔ میں نہیں سمجھتا کہ میاں نواز شریف کو ہم اس لئے کہہ رہے ہیں جو ہو اکثریت کا ہو۔ لیکن بہر حال ان کا تعلق پنجاب سے ہے۔ ان پہ یہ الزام ضرور آئے گا کہ اگر وہ ایسے فیصلے میں اپنے تمام پاکستان کے لوگوں کو ساتھ لے کر چلیں تب یہ مسائل حل ہوں گے۔

جہاں تک سندھ کی situation ہے آپ جانتے ہیں کہ سندھ میں مسلسل یہ چیز ایک دن میں نہیں بنی۔ یہ آپ کی وفاقی جتنی ایجنسیاں ہیں یہ اتنی مضبوط ہیں یہ پارلیمنٹ

سے اوپر فیصلہ کرتی ہیں۔ سب سے بڑا مسئلہ تو یہ ہے کہ آپ نے اس ملک میں ایک ایسا نظام جس میں حکومت چلانے کا جو وضع کیا ہے، جو بھی فیصلے ہوں آپ نے ملک کی بہتری کے لیے کریں۔ آپ ان کی تقرری کریں وہ پارلیمنٹ سے ہوتی ہیں۔ افسوس کا مقام ہے کہ پارلیمنٹ کو ہمیشہ بائی پاس کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دفتروں میں فیصلے ہوتے ہیں۔ Bureaucrats فیصلہ کرتے ہیں۔ کیا ملک کے سب سے زیادہ وہ محبّ وطن ہیں۔ اس میں آج سارے problems سندھ سے پیدا ہوئے ہیں۔ سارے فیصلے نوکر شاہی کے ہیں۔ آپ بتایئے ۱۹۴۷ء سے آج تک ان کو نمائندگی کون سی دی گئی۔ جو leaders بھی لائے گئے وہ بھی bureaucrats کے through لائے گئے۔ ایک زمانہ تھا فیلڈ مارشل ایوب خان کے وقت میں کمشنر فیصلہ کرتا تھا کہ ہمارے ڈویژن سے کون وزیر ہو کون نائب وزیر ہو۔ افسوس کا یہ مقام ہے اب پارلیمنٹ کی بالادستی کا یہ عالم ہے ان کے ممبروں کو کمشنر اور ڈپٹی کمشنر چنیں تو یہ نہایت افسوس کا مقام ہے اور اس میں ذرہ برابر تبدیلی نہیں ہوئی۔ آج کی حکومت بھی اسی طرح سے چل رہی ہے کیونکہ اتنا بڑا آپ نے متحدہ پاکستان میں جو عملہ نہیں تھا وہ آج اس پاکستان میں عملہ ہے آج ماشاءاللہ ۴۴، ۴۵ سیکرٹری ہیں، ہزاروں کی فوجیں، وہ پاکستان میں کر کیا رہے ہیں۔ کوئی مسئلہ ان کے ہاتھوں سے حل ہوا ہے تو افسوس یہ ہے کہ پاکستان کے ان صوبوں کے ساتھ جو نہایت شدید محرومی کا شکار ہیں ان کے ساتھ فوری طور پر آپ اصلاح کریں آپ سیاسی طور پر فیصلہ کریں۔

میں نہیں چاہتا کہ کوئی فوجی حکومت میں کوئی فوجی ایکشن کامیاب نہیں ہوتا۔ آج تک کسی جمہوری ملک میں بھی پاکستان میں بھی۔ ان کا کام ہے ہماری نظریاتی سرحدوں کا اور سرحدوں کی پاسبانی کریں لیکن جب ملک میں آپ law and order اس طرح رکھیں کہ ہر وقت فوج ہو تو یہ ملک کیسے چلے گا۔ اس میں سوچنے کی بات ہے اگر سندھ میں فوج آئی ہے۔ میں ایک بات کہتا ہوں کہ اگر یہ آخری چارہ کار ہے تو فوج کو وہ اختیارات ملنے چاہئیں کہ وہ باقاعدہ طور پر اپنے آئینی اختیارات استعمال کرے تاکہ کسی جگہ شکوک پیدا نہ ہوں کہ

اختیارات کچھ ہوں اور استعمال کچھ ہو رہا ہو وہ آپ کے منتخب نمائندے کچھ کہیں اور معاملہ کچھ ہو رہا ہو لہٰذا اس میں اسی دو عملی کی ضرورت نہیں ہے فوج نے اب تک جو actions لیے ہیں ابھی حال میں جو عقوبت خانے ملے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ صوبائی حکومت کا منہ بولتا یہ سب سے بڑا ثبوت ہے کہ آج تک ان کو یہ پتہ نہیں چل سکا اس میں ضرور تیسری طاقت ہے اور وہ فورس یا طاقت حکومت کی ہے جس نے ان عقوبت خانوں کو کسی بھی pressure کے تحت روکے رکھا، وہ کیوں نہیں منظر عام پر لائے اتنی حکومتیں بدلی ہیں آج تک یعنی یہ حشر ہوا ہے عوام کیساتھ کہ آپ متوازی حکومت چلائیں۔ اور اس کے باوجود حکومت ان کے ساتھ سمجھوتہ کرے considerations پر حکومتیں چلتی ہیں حکومت تو انصاف پر چلتی ہے اور جو حکومت انصاف نہیں کرے گی وہ کسی کی بھی حکومت ہو اس کا ختم ہو جانا اس کی قسمت ہے اس کا مقدر ہے آپ کب تک patch work پر کام کریں گے۔

کراچی شہر بڑا پر امن شہر تھا۔ آخر کراچی کی تاریخ ہے اس وقت اس کی آبادی ۹۰ لاکھ، ایک کروڑ سے زیادہ ہے اس کے وسائل دیکھیئے اس کے وسائل مرکز نہیں دیتا کراچی میں ٹرانسپورٹ کا نظام ختم ہے، ملازمتوں میں لوگوں کے لیے پریشانیاں ہیں، جگہ آپ نے دی اور آپ کی حکومت نے۔ میری حکومت نے تو ایسا کر دیا ہے کہ یہ بعض کاموں میں خلفائے راشدین کے مسئلے پر عمل ہے۔ نوکری نہیں دلائیں گے، پابندی لگی ہوئی ہے اچھا اس پابندی کے سلسلے میں بھی عجیب چیز ہے کہ جس وقت نوکریوں کا معاملہ آیا تو اتنا بڑا میرٹ کیا کہ گیارہ سے سولہ تک فیڈرل گورنمنٹ نے لے لیا کہ فیڈرل سروس کمیشن کرے گا، اس کے امتحانات نہیں ہو رہے۔ آپ بتائیں کہ ملک میں ایک بڑا بحران ہے۔ ہمارے پڑھے لکھے نوجوانوں کا اب آپ نے جو نئے منصوبے شروع کیے ہیں ٹیکسوں وغیرہ کا وہ بھی غلط استعمال ہو رہا ہے اس کے لیے اب حکومت ایک نیا Ordinance لا رہی ہے تو یہ حکومت کن کے مشوروں سے کیسے فیصلے کر رہی ہے۔ ایسے فیصلے پارلیمنٹ کے

ذریعے ہونے چاہئیں تو ان میں بحث ہو ان میں لوگوں کا نکتہ نگاہ ہو مختلف صوبوں کے لوگ یہاں موجود ہیں۔ سینیٹ میں فیصلہ ہو آپ یہ دیکھیں کہ جتنے فیصلے پارلیمینٹ سے باہر کریں گے اس میں ضرور ایسے سقم رہیں گے جن سے حکومت کی ناکامی ہو۔

جناب سندھ کا مسئلہ یہ ہے کہ جناب جو پہلے ہماری کمیٹی کی رپورٹ تھی سندھ کے حالات پر جو احمد میاں سومرو کمیٹی کے نام سے ہے آپ دیکھیئے کہ اس میں جتنی سفارشات دی گئی ہیں حکومت نے کبھی اس پر غور کیا ہے؟ وفاقی حکومت نے کبھی غور کیا ہے، کبھی کابینہ نے غور کیا ہے یعنی میں کہتا ہوں یہ کیسے شہزادے ہیں پھول کے بنے ہوئے ہیں۔ ہمارے وزراء اور آج تو میں ان کو مبارکباد دے رہا تھا کہ پہلی مرتبہ ۱۴ وزیر آئے ہیں ابھی ۵، ۶ رہ گئے ہیں۔ تو ان کو بھی ہدایت کریں کہ کم از کم وہ دلچسپی لیں۔ اسی عمل سے وہ آئے ہوئے ہیں۔ یہ منتخب نمائندے ہیں یہاں ان کو اپنے Chamber میں بیٹھے ہوئے کیا مزہ آتا ہے۔ اگر تقریر سننی ہے تو آپ جا کر original لوگوں کو خود دیکھیں آپ بحث میں live حصہ لیں۔ آپ کہتے ہیں کہ جی ہم تو تھے لیکن Chamber میں تقریر سن رہے تھے۔ وجہ یہ ہے کہ اس حکومت کا Chief Executive ٹھیک ہے، بہت قابل ہے، بہادر ہے، لیکن اس کو سینیٹ میں آنا چاہیئے۔ ہماری سینیٹ کی بڑی شکایت ہے اور قومی اسمبلی میں بھی میں نے دیکھا ہے کہ وزیر اکثر آدھے گھنٹے کے لیے آتے ہیں۔ بھئی یہ رونمائی نہیں ہونی چاہیئے۔ یہ اس کا حصہ ہیں۔ کوئی بھی وزیر اعظم وہ Leader of the House ہوتا ہے۔ وہ پارلیمینٹ کا اعتماد حاصل کر کے آتا ہے۔ اس کا فرض ہے کہ وہ وہاں بیٹھے۔ لوگوں سے ملے کم از کم ۹۰ دن ہمارا اجلاس ہوتا ہے سال میں اور وہ بھی ایک طرف نہیں ہوتا۔ ان کی اپنی قومی ذمہ داریاں بھی ہیں، لیکن ان کا یہ بھی فرض ہے کہ یہاں آ کر لوگوں سے ملیں اور یہ ہمارا حق بنتا ہے کہ ہم ملاقات کریں کیونکہ ہم ایک علاقے کی نمائندگی کرتے ہیں ان کے بہت سے مسائل ہیں اس میں کسی کا ذاتی مفاد نہیں اور اگر ذاتی مسئلہ ہے تو میں بتاؤں دو متوازی حکومتیں نہیں چل سکتیں۔ پاکستان میں یا فیڈرل گورنمنٹ یا وزیر اعظم

سیکرٹریٹ اب ایسا ہو گیا ہے پچھلی حکومت میں ہمارے مرحوم میں ان کا نام نہیں لینا چاہتا، انہوں نے تین متوازی حکومتیں بنائی ہیں۔ ایک تو جناب بن گئی وزیر اعظم سیکرٹریٹ، اس میں affairs شروع ہو گئے، بھئی وفاقی حکومت کس کی ہے وہ وزیر اعظم کی ہے صدر کی ہے وہ معلق ہے۔ وہ جو وزراء ہیں فیڈرل سیکرٹریز ہیں وہ بھی حکومت وقت کے وزیر اعظم ہی کے سیکرٹری ہیں۔ تو یہ دو عملیوں سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہو گا۔

سب سے پہلے ہماری جی سندھ کی صورتحال پر رپورٹ ہے اس پر غور کیا جائے اور فوج کو وہ مناسب آئینی اختیارات دیئے جائیں جوان کی ضرورت ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وزیر اعظم کا فرض ہے کہ یہ آئینی Executive Order ہے کہ جتنے ادارے ہیں چیف ایکشن کمشنر.....

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: آپ کا وقت ختم ہو گیا، صرف ایک منٹ۔

سید فصیح اقبال: تو جناب میں چاہتا ہوں کہ پی آئی اے کا چیئرمین، آپ کے دوسرے اداروں میں، فیڈرل سروس کمیشن میں، اور جتنے ادارے ہیں آپ کے واپڈا وغیرہ ان میں آپ خدا کے لیے ملازمین سارے ایک صوبے سے نہ رکھیں۔ ٹھیک ہے وہاں بڑے قابل لوگ ہوں گے، آپ چاروں صوبوں کا خیال رکھیں اور سندھ کا خصوصی طور پر۔ کیونکہ اس مرتبہ سندھ کو کچھ نہیں ملا اور سندھ نے کبھی اس طرح شکایت نہیں کی۔ لیکن سندھ کے مسائل ایسے ہیں آپ وہاں شاہ لطیف بھٹائی کے متعلق میں نے ضیاء الحق مرحوم کے وقت کہا تھا کہ اس کی قومی چھٹی کرائی جائے وہ کوئٹہ میں agree کر کے آئے یہاں پتہ چلا کہ بیوروکریسی نے تین فائلیں دیں کہ صاحب اس طرح تو ہر صوبے میں بزرگ ہیں۔ ارے بھائی وہ صوبائی بزرگ نہیں ہے وہ ایک عالمی نوعیت کا شاعر ہے اس کا کلام پڑھیئے جس نے اسلام کے فروغ کے لیے اپنے علاقے کے لیے..... میں نے کہا کہ یہ حالت ہے کہ ایک صدر کا جو سی ایم ایل اے (C.M.L.A.) تھا اس کے فیصلے کو دفتر شاہی نے رد کیا تو میں سمجھتا ہوں کہ سندھ کے مسئلے کو فوری طور پر انسانی طور پر حل کرے اور جو یہ کل اخبارات

میں عقوبت خانے آئے ہیں، ان کے سلسلے میں پولیس ہو یا وہاں کی مقامی انتظامیہ، ان کیخلاف بھی ایف آئی آر (F.I.R.) درج ہوں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: بہت بہت شکریہ۔ سید مظہر علی صاحب!

Syed Mazhar Ali : Sir, yesterday, it was decided that the Heads of the Parties will speak for 30 minutes and ordinary members will speak for 20 minutes. I watched the time, Mr. Faseih Iqbal has spoken only for 15 minutes, five minutes are remaining.

Mr. Presiding Officer : No. I have noted the time.

سید فصیح اقبال: آپ کی گھڑی کراچی سے پیچھے چلی ہے۔

جناب اعجاز علی خان جتوئی : واقعی ہمارے colleague نے جو بات آپ کے notice میں لائی ہے مندوخیل صاحب کے ۵ منٹ بچتے تھے میں نے بھی نوٹ کیا تھا شاید آپ کی گھڑی کا کچھ problem ہے۔ میرا خیال ہے ابھی ۵ منٹ رہتے تھے۔ مہربانی کر کے ذرا گھڑی ٹھیک کرالیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر : غالباً آپ نے ابتدا میں گھڑی دیکھی نہیں، آخر میں گھڑی دیکھی ہے۔ اس واسطے آپ یہ کہہ رہے ہیں Anyway, wind up now, please

سید فصیح اقبال : تو جناب چیئرمین جہاں تک ان کی زمینوں کا تعلق ہے میں سمجھتا ہوں کہ سندھ کے ساتھ سب سے بڑی زیادتی یہ کی گئی کہ ان کی تمام زمینیں جو بیراجوں نے آباد کی تھیں ایک قانون کے تحت آپ نے سرکاری ملازموں کو جرنیلوں کو اور حاضر سروس، ریٹائرڈ جرنیلوں کو دے دیں، یہ کسی قانون اور کس آئین کے تحت ضروری تھا؟ اور اس سے بہت بڑی وجہ ہوئی؟

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: وزیر قانون نے فلور کراس کیا ہے۔

سید فصیح اقبال : تو جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ اتنی بحث ہونے کے باوجود ہمارے جرنیل اور جو سرکاری افسران کو زمینیں ملی ہیں کم از کم ان کا گزارہ اس زمین پر نہیں ہوتا۔ میں سمجھتا ہوں absentee landlords ہیں اور وہاں کے ہاری حق بجانب ہیں کہ

ساری زمینیں ان ہاریوں میں تقسیم کی جائیں اور یہ حکومت ایسا انتظام کرے کہ وہ volumntarily اپنی زمین سے سکبدوش ہوں۔ مسئلے کو حل کرنا ہے اور سندھ پاکستان کا جزو لاینفک ہے۔ سندھ کے لوگ سب سے زیادہ حب الوطن ہیں لیکن جس طرح سے سندھ کے ساتھ برتاؤ رکھا جارہا ہے یہ کوئی یکساں برتاؤ نہیں ہے۔ ان کی زمینوں پر یعنی حق ملکیت اس طرح سے کیا گیا ہے جس طرح سے یہ evacuee property ہے یہ evacuee property نہیں ہے یہ ان کا حق تھا اور یہی ایک وجہ ہوئی ہے کہ ہمارے ملک کے فوج کے بھی غلط یعنی اکثر نام آتے ہیں ان کا بھی حق تھا کہ ان کو زمینیں ملیں۔ لیکن زمینیں ضروری نہیں ہے کہ صرف سندھ میں ملیں یعنی جو بھی colonization ہوئی ہے ۱۹۱۳ اور ۱۹۲۶ میں اس میں لوگ voluntarily آئے ہیں۔ وہاں کے لوگوں نے بلایا ہے یہ جناب آپ نے ایک Act کے تحت واپڈا جس وقت وہاں بیراج لا رہا تھا اور حکومت پاکستان تو انہوں نے فیصلہ کیا تھا کہ ۱۰ فیصد زمین، ۱۵ فیصد زمین ہم کریں گے وہ ان کو اختیار کبھی بھی نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ فیصلے پارلیمنٹ سے باہر ہوتے ہیں ان میں سقم ہوتے ہیں کیونکہ وہ سارے bureaucrats ہیں۔ انہوں نے اپنے لیے تو سندھ کو چن لیا اور یہی وجہ ہے کہ سندھ کے اندر عام آدمی جس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے وہ سندھ کا ہاری ہے۔ سندھ کے ہاری کو کوئی چیز نہیں ملی۔ اگر کبھی وڈیرہ شاہی نے ساتھ دیا ہے وہ حکومتوں میں رہے ہیں لیکن وہ نمائندگی نہیں کرتے رہے۔ آج بھی میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑا اچھا وقت ملا ہے۔ سندھ situation میں کہ جتنے ہمارے جرنیل جتنے Federal Secretaries جو لوگ بھی ہوں جن کو وہاں زمینیں الاٹ ہوئی ہیں وہ خود voluntarily سکبدوش ہو جائیں اور کہہ دیں کہ صاحب یہ زمینیں سندھ کے لوگوں کو تقسیم کریں اور ایک ایسا mechanism ہو کہ یہ واقعی ہاریوں کو جائیں یہ ان بڑے زمینداروں کو نہ جائیں۔

دوسری چیز یہ ہے۔ دیہی علاقوں میں دیکھیئے ترقی کا تناسب اس قدر غلط ہوا ہے وہاں جتنے فنڈز ہیں وہ صرف کاغذ پر ہیں۔ میں لاڑکانہ اور ان علاقوں میں جاتا رہا ہوں وہاں ہمارے

بلوچستان کے کافی لوگ آباد ہیں وہاں ابھی تک پینے کا پانی نہیں ہے وہاں لوگ پہاڑوں سے جاتے ہیں میں عرض کروں کہ ہمارے حالات زیادہ مختلف ہیں لیکن میں نہیں چاہتا کہ بلوچستان کا یہاں ذکر کروں لیکن یہ ضرور ہے کہ سندھ کیساتھ بڑی مماثلت ہے ہمارے تمام وہاں لوگ ہیں اور سندھ میں بلوچوں کی حکومت بھی رہی ہے ایسی بات بھی نہیں ہے۔ جتوئی صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ سومرو صاحب یہاں نہیں ہیں، لیکن میں عرض کروں وہاں پر بلوچستان کا بڑا حصہ ہے اب بلوچستان اور سندھ کے لوگوں نے بڑے صبر سے کام لیا ہے، اس صبر کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خدانخواستہ آپ کو کوئی دھمکی دے رہا ہوں یہ ضرور بات کر رہے ہیں ہمارا جو حق آئینی ہے اس کو مرکز میں بیٹھنے والے لوگ باقاعدہ محسوس کریں Planning Development والے محسوس کریں۔ آپ میرانی ڈیم کا نام لیتے ہیں ۲۵ سال سے ہم سن رہے ہیں آپ نے سکھر بیراج کے علاوہ کوئی بیراج بنایا۔ آپ نے غلام محمد بیراج بنایا اس میں ۹۰ فیصد زمینیں آپ نے دوسرے لوگوں کو جا کر دیں۔ جب آپ نان سندھی کو دیں گے سندھ کے لوگوں کو نہیں ملے گا تو یہ پروپیگنڈے کا باعث بنتا ہے تو آپ کیوں ایسی چیز اپنے لیے لے لیں جو آپ کے ملک کے لیے نیک نامی کا باعث نہ ہو۔

اس وقت پولیس سروس کا یہ عالم ہے مرکز والے غلط طریقے سے لوگوں کو محسوس کراتے ہیں آپ جب اپنے stooges لاتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ سب سے بڑا کمال نیشنل پریس نے کیا اس ملک میں نیشنل پریس نے دو واقعات جامشورو کا واقعہ تمام دنیا میں منظر عام پر لا کر ایک ایسی جگہ جہاں کسی قسم کی کوئی پاور نہیں تھی سوائے لکھنے کے اور کیا کر سکتے تھے۔ انہوں نے اس case کو ثابت کیا جامشورو کا واقعہ یہ ہمارے لیے بڑا المناک واقعہ تھا اور حکومت کے لیے کلنک کا ٹیکہ ہے۔ اس لیے کہ ایک ایسے واقعہ میں وزیر اعظم کی بریفنگ میں جس میں قومی نمائندے بھی بیٹھے تھے، جس میں آرمی کے سینئر جنرل بھی تھے، ان کو دہشت گرد قرار دیا گیا ان کے ساتھ ہندوستان کا اسلحہ دیا گیا اور جب آپ کو واقعہ

کا پتہ چلا تو میں سی اوایز (COAs) کو مبارکباد دیتا ہوں اس نے کم از کم بروقت نوٹس لیا۔ اپنی غلطی مانی اور اس میجر کا کورٹ مارشل ہوا۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ ان سول ایڈمنسٹریشن والوں کا کیا ہوا کس نے انکوائری کی کس کو dismiss کیا۔ یہ صرف ایڈمنسٹریشن کا ایک ٹولہ ہے جس نے ہر کمزور حکومت کا ساتھ دے کر اس کو بدنام کیا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ آئندہ ایسے واقعات کا اعادہ نہ کریں تو آپ کے کام کی Creditability بنتی ہے۔ واقعی غیر جانبدار ہو کر کوئی کارروائی کریں گے تو تمام پاکستان کے لوگ اور خصوصاً سندھ کے لوگ بھی سپورٹ کریں گے۔ یوسف جھکڑانی کا مسئلہ تھا آپ نے دیکھا اس کے ساتھ کیا گیا۔ جب لوگوں نے اس کے بارے میں شکایتیں کیں، آپ کسی آدمی کو جعلی دہشت گرد کہتے ہیں، آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ کے point of view سے اختلاف رکھتا تھا تو آپ جب غدار اور اس قسم کے الفاظ کہتے ہیں throughout پورے tribalman اس کے جسم پر تشدد کے اتنے نشانات بتائے گئے اور مجھے پتہ چلا ہے کچھ لوگوں نے اس کی فلم بھی لے لی ہے۔ اس قسم کے واقعات میں اگر حکومت غیر جانبدار ہے، میں حکومت کی نیک نیتی پر شک نہیں کرتا، لیکن چلانے والے کون لوگ ہیں، چلانے والے تو corrupt لوگ ہیں وہی لوگ ہیں جنہوں نے پچھلی حکومتوں کو بھی بدنام کیا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو آنے والی حکومتوں کو بدنام کریں گے۔ تو کم از کم انتظامیہ کی تطہیر کی جائے۔

کراچی میں ابھی جو یہ حالات ہوئے ہیں ان کو سنبھالنے کے لیے بالکل غیر جانبدار آپریشن ہو۔ بغیر کسی پولیٹیکل مصلحت کے اور رعایت کے سب کے ساتھ یکساں کارروائی کی جائے خواہ کوئی بھی ہو۔ اگر عدل کے ساتھ آپ یہ آپریشن کریں گے تو عوام میں فوج کا بھی وقار بحال ہو گا اور وفاقی حکومت کا بھی ایک طرف elected government ہے اگر وہ ناکام ہوئی ہے تو آپ اسے dismiss کر سکتے ہیں۔ اس میں شرم کی کیا بات ہے۔ ہندوستان جیسے جمہوری ملک میں ۲۴ صوبوں میں سے ۹ صوبوں میں گورنر راج ہے۔

وہاں تو کوئی problem پیدا نہیں ہوتا۔ یہاں گورنر راج کا سن کر کپکپی ہوتی ہے اس لیے کہ آپ کے یہاں گورنر بھی اس سے زیادہ بدتر ہوگا۔ جب آپ کسی حکومت میں کوئی تبدیلی لانا چاہتے ہیں تو آئینی تبدیلی لائیں دستور کے مطابق لائیں.....

Mr. Presiding Officer : I think the Minister concerned probably got tired so you better windup.

سید فصیح اقبال : جناب چیئرمین صاحب! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اس صورت حال میں وزیر اعظم کو فوری طور پر جو انتظامی اقدامات کرنے چاہئیں کم از کم وہاں کے منتخب نمائندوں کے ساتھ میل جول ہو ان کا سروسز میں جو کوٹہ ہو as a special drive وہ پورا کرنا چاہیئے اور ایسے قومی اور آئینی اداروں میں ان علاقوں کی نمائندگی نہیں ہے۔ چیف الیکشن کمشنر، واپڈا کا چیئرمین، ریلوے بورڈ کا چیئرمین اس قسم کے عہدے ہیں جن پر سندھ کو لگانا چاہیئے اور بلوچستان، تو ترکی ٹوپی پھندے کے طور پر ہے، ٹوپی کسی اور کی ہے لٹک میں رہا ہوں لیکن میں بتاتا ہوں ہمارے صوبے کا بھی آئینی حق ہے، جو جو جگہیں ہماری ہیں وہ ہمیں آئینی طور پر ملنی چاہئیں اور اس میں ہم نے آپ کو بتایا.....

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل : پوائنٹ آف آرڈر، جناب والا مجھے آدھا منٹ دیا جائے کہ میں اپنی بات کو Formulate کر کے آپ کے سامنے رکھوں۔ آدھا منٹ۔

Mr. Presiding Officer : But I have no authority I will only beg your pardon.

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب صرف آدھا منٹ.....

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: I am sorry، مجھے پاور نہیں ہے۔

سید فصیح اقبال : میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ابھی وزیر داخلہ صاحب یہاں نہیں ہیں۔ اسلام آباد میں یہ کنٹرول روم بنانے کی ضرورت نہیں تھی۔ کنٹرول روم سندھ میں ہونا چاہیئے۔ اس لیے جو فیصلہ آپ کراچی میں کر رہے ہیں سندھ میں کر رہے ہیں اس کا

کنٹرولروم سندھ میں ہونا چاہیئے، یہ ریموٹ کنٹرول سے حکومت نہیں چل سکتی اور یہ تجربے بار بار ناکام ہو چکے ہیں۔ بس میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور فوری طور پر سندھ کے معاملات پر ہمارے عوامی نمائندوں کا بھی اجلاس بلایا جائے تاکہ ہم لوگ ان کے سامنے بھی یہ سب باتیں کریں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: سید اشتیاق اظہر صاحب۔

سید اشتیاق اظہر : شکریہ جناب چیئرمین۔ سندھ کے حوالے سے جو گفتگو ہوئی اس میں میرے احباب نے بھی جو کچھ کہا اس میں بہت سی باتیں.....

قاضی حسین احمد : پوائنٹ آف آرڈر۔ میرا خیال ہے اگر ایک معزز سینیٹر آپ سے یہ request کرتا ہے کہ میں اپنی بات کو wind up کرنے کے لیے صرف آدھ منٹ کی آپ سے request کرتا ہوں تو آپ کہتے ہیں کہ .....

جناب پریذائیڈنگ آفیسر : میں صرف پریذائیڈنگ آفیسر ہوں۔ I am sorry، میں معافی مانگ سکتا ہوں، اس سے زیادہ نہیں please۔

سید اشتیاق اظہر :اس حوالے سے جو کچھ کہا بہت ہی قابل غور اور قابل توجہ ہے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جس وقت سندھ میں فوج کو ۱۴۷ کے تحت آپریشن کا اختیار دیا گیا تو اس فیصلے میں حکومت کی حریف جماعت کی حیثیت سے ایم کیو ایم بھی شریک تھی ہم بھی چاہتے تھے کہ سندھ میں دہشت گردوں کیخلاف کارروائی کی جائے۔ سندھ میں امن وامان کی صورت بحال کی جائے لیکن پے در پے جو واقعات ہوئے وہ بڑے افسوسناک تھے۔ جیسے کہ مجھ سے پہلے کہا گیا ٹنڈو بہاول کا واقعہ۔ اس میں وزیراعظم کو بھی involve کیا۔ انتہائی افسوسناک تھا۔ یہ ٹھیک ہے کہ کچھ تبادلے کیے گئے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جن فوجی افسران نے وزیراعظم کو بہکایا ان کا صرف تبادلہ نہیں ہونا چاہیئے بلکہ ان کے خلاف اس سے بھی بڑی کارروائی ہونا چاہیئے۔ اسی یوسف جھکڑائی کے حوالے سے بھی جو کچھ کہا گیا اور میرے دوست جناب گچکی نے تو وہ فلم بھی دیکھی ہے تو اس سے بھی میں سمجھتا

ہوں کہ جو کارروائی ہونا چاہیئے وہ نہیں ہوئی اس لیے اس سے بھی آپریشن کی impertiality پر اثر پڑا ہے۔

اب جیسے کہ میرے دوست جو بلوچستان کے اس طرف بیٹھے ہیں سندھ میں یہ جو صورت حال تھی ۲۲ مہینے سے کراچی پر امن تھا ۲۲ مہینے سے کراچی میں کرفیو نہیں تھا۔ ۱۹ تاریخ کو یہ جو اچانک واقعہ ہوا ہے یہ کیوں ہوا ہے۔ اس پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ٹنڈو بہاول کے واقعہ سے توجہ تبدیل کرنے کے لیے یہ صورت حال ۱۹ تاریخ کو create کی گئی اور ایک طبقے کے لوگوں کو لایا گیا، ان کی رہنمائی کی گئی اور ان کو سپورٹ کیا گیا۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ تمام پولیٹیکل پارٹیوں کے دفاتر ہیں۔ بے نظیر زرداری کی حکومت میں بھی کارروائیاں ہوئی تھیں، لیکن کسی پولیٹیکل پارٹی کے دفتر پر فوجی حملہ نہیں ہوا۔ ایم کیو ایم کے دفتر پر بریگیڈیئر عثمانی کی قیادت میں حملہ کیا گیا اور توڑ پھوڑ کی گئی آج ہمارے ساتھ یہ معاملہ ہوا ہے کل دوسری پارٹیوں کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔ یہ ایک لمحہ فکریہ ہے یہ سوچنے کی بات ہے ۱۴۷ کے تحت جو اختیارت دیئے گئے تھے کیا ان اختیارات میں سیاسی جماعتوں کے دفاتر پر حملہ بھی شامل تھا میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ وزیر اعظم نے یہ جو کہا تھا کہ یہ کارروائی غیر جانبدارانہ طریقے سے ہوئی تو پھر اس جانبداری کا مظاہرہ کیوں کیا گیا۔ آج ہمارے ساتھ ہوا ہے میں سمجھتا ہوں کل پی پی پی (PPP) کیساتھ ہوگا پرسوں کسی اور کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔

اس واقعہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹ تاریخ سے جو کارروائی شروع کی گئی ہے وہ ایم کیو ایم کو crush کرنے کے لیے کی گئی ہے اور صرف وہیں حملہ نہیں ہوا بلکہ باقاعدہ رینجرز کی نگرانی میں، ابھی کل کا واقعہ ہے کہ خدمت کمیٹی کے دفتر پر حملہ کیا گیا اور حملہ کر کے وہاں پر جتنی گاڑیاں تھیں، ان کو چھین لیا گیا، اسی طرح سے ایک ایم پی اے ہیں شعیب بخاری، ان کے گھر پر حملہ کیا گیا، ان کے گھر سے کلاشنکوفیں چھین لی گیں، اسی طرح سے عابد اختر جو سابق وزیر ہیں، ان کے گھر پر حملہ کیا گیا اور ان کے گھر کو جلا دیا گیا۔ اس سے

پہلے ۲۰ در جن کے قریب مکانوں کو نذر آتش کیا گیا۔ کیا یہ باتیں ۱۴۷ کے تحت مناسب تھیں۔

جناب والا! میں عرض کرتا ہوں کہ سندھ میں جھوٹی ایف آئی آر کی ایک روایت ہے، یہ چوہدری شجاعت حسین صاحب اب بیشک نہ پہنچائیں لیکن میرے بچے ظہور الٰہی کے واقف ہیں، کیونکہ ان کیخلاف بھی جھوٹی ایف آئی آر درج ہوئی تھیں، اور میرے خلاف بھی جھوٹی ایف آئی آر درج ہوئی تھیں، ہم سب وہاں پر اکثر بیٹھتے تھے اور سندھ میں قائم کئے گئے ٹربیونل میں پیش ہوتے تھے۔ جب ضیاء الحق کا دور حکومت آیا تو دس ہزار کے قریب جھوٹی ایف آئی آر واپس کی گئیں۔ مجھے اس کا اس لئے اندازہ ہے کہ جب میں نے ان سے درخواست کی کہ جو ایف آئی آر میرے خلاف واپس لی گئی ہیں ان کا مجھے سرٹیفکیٹ دیا جائے تاکہ جو ضمانت نامے کورٹ میں داخل ہیں، ان کو دے کر واپس لے سکوں۔ جناب چیئرمین! آپ تو خود اس بات کے گواہ ہیں کہ میرے خلاف کیا کچھ کارروائیاں نہیں ہوئیں، آپ میرے وکیل تھے۔ آپ یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جب یہ واقعہ میرے ساتھ ہوا ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: میں نے آپ سے کوئی فیس تو نہیں لی تھی۔

سید اشتیاق اظہر: میں کہتا ہوں کہ آپ نے میرا مقدمہ free لڑا تھا۔ تاہم میں یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ صورت حال سوچنے کی ہے کہ فوج کس جانب داری کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ حد تو یہ ہے کہ صدر صاحب نے مجھ سے کہا کہ ہم نے یہ آرڈر دے دیا ہے کہ ایم کیو ایم کے دفاتر پر جو ناجائز قبضہ کیا گیا ہے وہ قبضہ ختم کرایا جائے۔ اب اس کے بعد صدر کے آرڈر کو بھی defy کیا جا رہا ہے۔ اور اب تو حد یہ ہے کہ آج کے اخبار میں خبر چھپی ہے چیف آف دی آرمی سٹاف کی طرف سے کہ ایم کیو ایم کے ساتھ لوگ ناراض تھے۔ ایم کیو ایم کے بارے میں لوگوں کو ناراض ہونے کا حق حاصل ہے کیونکہ یہ عوام کا حق ہے۔ سی او اے ایس کو یہ کوئی حق نہیں ہے کہ وہ کوئی ایسا فیصلہ کر دیں، کوئی سیاسی نوعیت کا فیصلہ کر دیں۔

میں تو آپ کی اطلاع کے لئے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پاکستان کی تحریک قائداعظم کی قیادت میں چلی تھی۔ اس پر پورے جمہوری طریقے سے عمل ہوا تھا، کانپور میں جب وہ تشریف لائے تو وہاں انہوں نے جب دیکھا کہ سامنے ایک بینر پر لکھا تھا کہ ''شہنشاہ پاکستان'' تو انہوں نے کہا کہ پہلے اسے ہٹاؤ میں پھر آگے بڑھوں گا اور پھر انہوں نے کہا کہ میں ہر سال صدر منتخب ہونا چاہوں گا۔ یہ سارا کام جمہوری عمل کے ذریعہ ہی ہوا تھا اور اب سندھ میں جس طرح جمہوری عمل کو قتل کیا جارہا ہے، الطاف حسین صاحب نے کل مجھ سے کہا کہ جب چیف منسٹر سے یہ شکایت کی گئی کہ ایم کیو ایم کو کیوں crush کیا جارہا ہے تو انہوں نے کہا کہ میں بالکل بے بس ہوں اور آپ اس سلسلے میں صدر سے اور وزیراعظم سے بات کریں۔ پھر صدر اور وزیراعظم سے بھی بات کی گئی ان سے بھی کہا گیا۔ اب میں سمجھتا ہوں کہ صدر کے آرڈر کے بعد وزیراعظم صاحب سے جو ان کی گفتگو ہوئی ہے، ممکن ہے کہ اس کے نتیجے میں حالات بہتر ہوں لیکن جب وہاں کوئی بات ہی نہیں سنی جارہی ہے..... افسوس کی بات یہ ہے کہ جس آرمی نے پاکستان کی تحریک میں کسی قسم کا کوئی حصہ بھی نہیں، وہ اب اس ملک پر مسلط ہے۔ پہلے مارشل لا کی حکومت مسلط تھی۔ ابھی یہ خبر چھپی ہے کہ واپڈا کے بارے میں، بجلی کے بارے میں کہ دس ارب روپے کا غبن ہوا ہے۔ میرے دوست نظام صدیقی نے اس پر باقاعدہ ''جنگ'' میں ایک article بھی لکھا ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ جس فوج نے پاکستان کے بننے میں حصہ ہی نہیں لیا یعنی یکم ستمبر ۱۹۳۹ء کو جنگ شروع ہوئی، تو اس وقت یہ بہادر افواج لڑنے کے لئے باہر چلی گئیں، جب پاکستان بن چکا تھا تو پھر یہ واپس آرہی تھیں۔ جب ان کا کوئی پاکستان کے حوالے سے کوئی contribution نہیں ہے، جمہوریت میں کوئی contribution نہیں ہے، تو پاکستان میں چلنے والی جمہوریت کو روکنے کے لئے انہیں کیوں حق دیا جارہا ہے۔

میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ آج ایک سیاسی جماعت کے دفتر پر حملہ ہوا ہے، کل دوسری جماعت کے دفتر پر حملہ ہوگا۔ ٹنڈو بہاول کا واقعہ ہوا ہے، کہتے ہیں کہ اسی طرح کچھ اور لوگ

بھی پکڑے گئے ہیں۔ کیا یہ ساری باتیں ۱۴۷ کے مطابق ہیں۔ صدر صاحب نے جو آرڈر دیا ہے اس پر کیوں عمل نہیں ہو رہا ہے۔ جھوٹی ایف آئی آر کی بنیاد پر جو کارروائیاں کی جا رہی ہیں۔ سندھ میں یہ روایت رہی ہے جب دس دس ہزار جھوٹی ایف آئی آر لوگ ایک دوسرے کیخلاف کارروائیاں کرتے ہیں۔ میں عرض کرتا ہوں کہ جو کام اصل میں ۱۴۷ کے تحت ہونا چاہیے تھا اس میں فوج کو فریق نہیں بننا چاہیئے تھا۔ آج اس سی او اے ایس نے بیان دے کر اپنے آپ کو ایک فریق بنالیا ہے۔ اس میں فوج کو فریق نہیں بننا چاہیئے تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو شکوک پہلے اس آپریشن کے بارے میں پیدا ہو رہے تھے، وہ آج confirm ہو رہے ہیں۔

میری صاحب صدر سے اپیل ہے کہ وہ اس سلسلے میں اپنے آئینی اختیارات استعمال کریں۔ میری یہ اپیل ہے جناب وزیر اعظم سے کہ وہ اس صورت حال کا جائزہ لیں جیسے انہوں نے کہا تھا کہ آپریشن غیر جانب دار طور پر ہونا چاہیئے۔ جیسے انہوں نے یقین دلایا تھا کہ سیاسی پارٹیوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں ہو گی۔ اس طرح سے کسی سیاسی پارٹی کے خلاف کوئی کارروائی نہیں ہونی چاہیے۔ ہماری تمام پارٹیوں کو مل کر سوچنا چاہیے کہ سندھ کے مسائل کیا ہیں۔ جیسے ہمارے بعض دوستوں نے کہا کہ سندھ کے مسائل معاشی ہیں، سندھ کے مسائل سیاسی ہیں ان کو حل کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ مسائل حل ہوں گے تو دوسرے مسائل جو ہیں یہ خود بخود حل ہو جائیں گے۔ یہ جو دہشت گردی اور اغواء کی وارداتیں ہو رہی ہیں یہ قابل مذمت ضرور ہیں، یہ ختم ہونا چاہیئے۔ حکومت سندھ میں ہم شامل ہیں۔ ہم نے اس کی تائید کی تھی۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم نے جس چیز کی تائید کی ہو، اب وہ سارا نزلہ ہماری طرف نہ ہو۔

میں آپ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ فوجی ایکشن کی بات تو مرحوم ضیاء الحق کے زمانے میں بھی ہوئی تھی لیکن ہم ان کے پاس گئے تھے۔ ہم نے ان سے کہا تھا کہ آپ فوجی آپریشن مت کریں۔ آپ اس مسئلہ کو سیاسی طور پر سلجھانے کی کوشش کریں۔ ضیاء الحق

صاحب سمجھ دار تھے۔ انہوں نے ہماری بات سے اتفاق کیا اور یہ آپریشن نہ کیا اور اس سے حالات بہتر ہوئے۔ یہ جو فوجی آپریشن ہو رہا ہے یا تو یہ غیر جانب دار طریقے سے ہونا چاہیئے۔ فوج کو کسی پارٹی کے خلاف فریق نہیں بننا چاہیئے اور اگر فریق بنی ہے تو یہ پھر وزیر اعظم کا فرض ہے صدر کا فرض ہے کہ وہ اس میں مداخلت کریں اور پھر اگر یہ کوئی فیصلہ کرتے ہیں اور کوئی آرڈر دیتے ہیں تو اس پر عمل ہونا چاہیے۔ صورت حال یہ ہے کہ صدر صاحب نے خود مجھ سے کہا کہ ایم کیو ایم کے جو دفاتر ہیں، جن پر زبردستی قبضہ کر لیا گیا ہے، وہ واپس کئے جائیں لیکن اس پر عمل نہیں ہو رہا ہے۔ وہاں پر کنپٹی پر بندوق رکھ کر لوگوں سے کیا جا رہا ہے کہ تم ایم کیو ایم اور الطاف حسین کے خلاف دستخط کرو۔ ان کے خلاف اعلان کرو اور جب وہ نہیں کرتے ہیں تو انہیں گولی مار دی جاتی ہے۔ یہ لسٹ میں نے کل صدر صاحب کو پیش کی تھی۔

اسی طرح سے جب ایم کیو ایم کے مرکزی دفتر پر حملہ ہوا اس میں جو بریگیڈیئر اور لیفٹیننٹ کرنل شریف تھے۔ ان کی لسٹ بھی فراہم کر دی گئی ہے۔ اب اسکی انکوائری کی جائے۔ میں تو جناب چیئرمین! اپیل کرتا ہوں کہ سینیٹ کی ایک کمیٹی مقرر کی جائے اور آپ خود وہاں جا کر حالات کا جائزہ لیں۔ آپریشن صحیح ہو رہا ہے تو اس کی تائید کریں اور اگر صحیح نہیں ہو رہا ہے تو اس کی مذمت کریں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: میرا خیال ہے کہ اب آپ وائنڈ اپ کریں۔

سید اشتیاق اظہر: میں ایک پارٹی کے قائد کی حیثیت سے بول رہا تھا۔

Mr. Presiding Officer : You know, you don't belong to a separate party. You are part of that party.

سید اشتیاق اظہر: تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ صورت حال ایسی ہے کہ اس میں غیر جانب دار آپریشن ہونا چاہیے۔ تاہم ملٹری فریق بن گئی ہے اور کسی پارٹی کو کرش کرنا چاہتی ہے تو اس صورت حال میں آپ کی مداخلت کی ضرورت ہے، سینٹ کو اس سلسلے میں کارروائی

کرنا چاہیئے۔ایک آزاد کمیٹی بنی چاہیے تاکہ وہ صحیح صورت حال کا جائزہ لے سکے۔اور جو وہاں ظلم ہو رہا ہے اس کا خاتمہ کرایا جا سکے۔ آپ نے چونکہ میرا وقت ختم کر دیا ہے لہٰذا میں بیٹھ جاتا ہوں۔

Syed Mazhar Ali : Point of order.

Mr. Presiding Officer : Yes.

Syed Mazhar Ali : Again 15 minutes are given to him.

Mr. Presiding Officer : No.

Syed Mazhar Ali : Sir, I know. I watched. He started after 1 'O' clock.

Mr. Presiding Officer : He started at 1 minute past to, 1 have recorded my watch and I accordingly ordered at 1.16.

Syed Mazhar Ali : That watch is out of order.

Mr. Presiding Officer : That may be. You did not see that when you started. Anyway I am sorry. The House stands adjourned to meet on Wednesday, 24th at 10 a.m.

(مداخلت)

Mr. Presiding Officer : 11.00 a.m. Would you like 11.00 a.m.

O.K. 11.00 a.m.

[The House then adjourned to meet again at 11 O'clock in the morning on Wednesday, June 24, 1992]

PCPPI—521(96)Senate—6-4-2000—150.